بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ

کا

مختصر تعارف

(تاریخ کے آئینہ میں)

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

(سابق استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ و صدر جمعیت پیام امن، لکھنؤ)

مکتبہ پیام امن

ندوہ روڈ، ڈالی گنج لکھنؤ، یوپی، الھند

جملہ حقوق محفوظ

U-142

نام : بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کا مختصر تعارف (تاریخ کے آئینہ میں)

مصنف : مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

ناشر : مکتبہ پیامِ امن، ندوہ روڈ، ڈالی گنج لکھنؤ

اردو ایڈیشن : دوسرا

تعداد کتب : ۱۰۰۰

سال : ۲۰۲۳ء

قیمت : ۴۰

Writer : Mufti Mohd Sarwar Farooqui Nadwi

Book Name:Bait Al maqdis ka Mukhtasar Tarruf

Publisher : Maktaba Payam-e-Amn, Nadwa Road,Daliganj,lucknow.

Website: www.islamicjpamn.org

E-Mail: tasneemlko2012@gmail.com, ataullah2012@gmail.com

Phone No. 9984490150, 9919042879

ملنے کے پتے

۱۔ مجلس تحقیقات ونشریات، ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹ (لکھنؤ)	05222741539
۲۔ نیوسلور بک ایجنسی، 14، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی	0522-27415
۳۔ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد ۳۱ (لکھنؤ)	9936635816
۴۔ سبحانیہ بک ڈپو، نیا محلہ، جبل پور، مدھیہ پردیش	9424708020
۵۔ ستیہ فاؤنڈیشن 182-A 5 گرین لینڈ کیمپس، پوکھر پور، کانپور	9935044343
۶۔ مکتبہ شباب جدید، ندوہ روڈ، لکھنؤ	9198621671
۷۔ مکتبہ شاہ ولی اللہ جامع مسجد، دیوبند	8439650526

فہرست

مقدمہ ۶

فصل اوّل (مسجد اقصیٰ کی فضیلت) بیت مقدس کی ابتداء سے 1916 تک کے قوموں کی مختصر تاریخ ۱۰

مسجد اقصیٰ کی فضیلت ۱۲

بیت المقدس ی طرف رخ ۱۳

مسجد اقصیٰ کی طرف سفر ۱۳

سرزمین اسراء ومعراج ۱۳

مسجد اقصیٰ میں امام الانبیاء کی امامت ۱۳

بیت المقدس میں نماز کی فضیلت ۱۴

حضرت سلیمانؑ کی تین دعائیں ۱۴

بیت المقدس اور قرب قیامت ۱۵

سرزمین محشر ۱۷

بیت المقدس اور انبیاء کا مسکن ۱۷

بیت المقدس کی قدامت ۱۸

جائے وقوع ۱۹

بیت المقدس کے نام ۱۹

بیت المقدس اور کعبۃ اللہ ۲۱

بیت المقدس کی آبادی ۲۱

حضرت یوسفؑ کے بعد ۲۳

وادیٔ تیہ کا عرصہ ۲۳

حضرت شموئیل ۲۳

حضرت طالوت کی بادشاہت ۲۴

حضرت داؤد علیہ السلام کی بادشاہت ۲۵

حضرت داؤد علیہ السلام کا دور حکومت ۲۵

تعمیر ہیکل اور سلیمان علیہ السلام ۲۶

حضرت داؤدؑ کے بعد ۲۶

ہیکل کی لمبائی چوڑائی ۲۶

سلیمانی محل ۲۷

حضرت سلیمانؑ کی شان وشوکت ۲۷

حضرت سلیمانؑ کی وفات ۲۷

حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد ۲۷

بیت المقدس سے یہودیوں کی محرومی ۲۸

یوتام کی بادشاہی ۲۸

حزقیاہ کی تخت نشینی ۲۸

منسّی کی تخت نشینی ۲۹

بخت نصر شہنشاہِ بابل کا غلبہ ۲۹

بخت نصر کے ہاتھوں یروشلم کی تباہی ۳۰

تل ابیب کی بنیاد ۳۱

حضرت دانیال اور حضرت عزیر علیہم السلام کی نبوت کا دور ۳۱

صیہونیت کا آغاز ۳۱

ہیکل کی تعمیر نو ۳۲

نحمیاہ کا بیان ۳۲

سکندر اعظم کا استقبال ۳۳

سکندر کی موت کے بعد ۳۳

سکندر کا جنرل ۳۳

مکابی کا غلبہ ۳۴

ہیرود اعظم کا دور ۳۴

ہیرود کے کارنامے ۳۵

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش ۳۵
حضرت عیسیٰؑ کی نبوت ۳۶
یہودا پنے کو بالاتر سمجھتے ہیں ۳۷
پولس (سینٹ پال) کا دور ۳۸
طیطس کا محاصرہ ۳۸
ہیکل کی تباہی ۳۹
آریجن کا دور ۳۹
صلیب کی برآمدگی ۴۰
ابتدائے اسلام میں بیت المقدس ۴۱
شہادت قرآن ۴۱
روم سے اہل کتاب کی شکست ۴۳
ایرانی مجوسیوں یعنی ''فارس'' کے ساتھ مشرکین کی ہمدردی ۴۳
حضرت ابوبکرؓ کی شرط ۴۳
بدر کے دن رومی اہل کتاب کا غلبہ ۴۴
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ۴۴
سلطنت عثمانیہ ۴۶
فصل دوم (یہودیوں کے فلسطین میں قیام کا مختصر پس منظر) ۴۷
یہودیوں کے فلسطین میں قیام کا پس منظر ۴۸
یروشلم پر قبضہ ۴۹
صیہونیت کا دوسرا مرحلہ ۴۹
عربوں کے ناپسندیدگی ۵۰
بیت المقدس کی مسلمانوں کے لئے اہمیت ۵۰
مسجد اقصیٰ کا حق ۵۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ الکریم۔ اما بعد:

ہم جسے عام طور پر "مسجد اقصیٰ" کہتے ہیں، اسے اور بھی کئی ناموں سے جانا جاتا ہے۔ یہ تاریخی مسجد، فلسطین کے شہر یروشلم (القدس) میں واقع ہے، جو مسلمانوں کا قبلہ اوّل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے تقریباً سولہ یا سترہ مہینے تک مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کیں۔ شرعی طور پر اہمیت وفضیلت کے اعتبار سے مسجد حرام اور مسجد نبوی کے بعد، مسجد اقصیٰ کا مقام ومرتبہ ہے۔ قرآن وحدیث میں مختلف جگہوں پر اس مبارک مسجد کا ذکر آیا ہے۔ اس مسجد کے اردگرد کی جگہوں کو برکت والی جگہ کہا گیا ہے۔ اسی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمان مسجد اقصیٰ اور قدس کو بڑی عقیدت ومحبت سے دیکھتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے موقع پر مسجد حرام سے جس جگہ لے جایا گیا، وہ یہی مسجد اقصیٰ ہے۔ آپؐ نے اس مسجد میں تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی تھی اور آپؐ اسی مسجد سے سفر معراج پر روانہ ہوئے۔

''تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ فلسطین میں سب سے پہلے سکونت اختیار کرنے والے کنعانی تھے، جنہوں نے چھ ہزار سال قبل میلاد وہاں رہائش اختیار کی۔ یہ ایک عرب قبیلہ تھا جو جزیرہ عرب سے فلسطین میں آ کر آباد ہوا تھا۔ کنعانیوں کے آنے کے بعد ان کے نام سے اسے فلسطین کا نام دیا گیا۔''

(الصیہونیتہ نشاتھا تنظیماتھا، انشتطھا۔ تالیف: احمد العوضی ص ۷)

● بعض حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام نے "مسجد حرام" کی تاسیس کے 40 سال بعد مسجد اقصیٰ کی بنیاد رکھی۔ جس کی محدثین نے وضاحت کی ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیری تجدید کی، اسی طرح مسجد اقصیٰ کی تجدید حضرت ابراہیمؑ اور بعد میں حضرت ابراہیمؑ حضرت داؤد علیہ السلام نے کی پھر حضرت سلیمان علیہ السلام

نے اس کی تکمیل کی۔

● ایک حدیث شریف میں مسجد اقصیٰ سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر، حج یا عمرہ ادا کرنے والے کو اگلے اور پچھلے گناہوں کے معافی کی بشارت دی گئی ہے۔

● نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''جس نے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کے لیے حج یا عمرہ کا احرام باندھا، اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے یا جنت اس کے لیے واجب ہو جائے گی''۔(سنن ابی داؤد:1741)

● مسجد اقصیٰ ان تین مساجد میں سے ایک ہے جن میں عبادت کرنے اور نماز پڑھنے کی نیت سے سفر کرنا باعث ثواب ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو مختلف ابواب کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (عبادت کی نیت سے) صرف تین مسجدوں کے لیے ہی سفر کیا جائے (پہلی) مسجد حرام (دوسری) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد (مسجد نبوی) اور تیسری مسجد اقصیٰ''۔(صحیح بخاری:1189)

● مسجد اقصیٰ کی یہ بھی ایک اہم خصوصیت ہے کہ اسی مسجد سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر معراج ہوا تھا اور اسی سفر معراج میں آپ ﷺ کو نماز کا تحفہ دیا گیا تھا۔یہ واقعہ بخاری شریف میں ایک لمبی حدیث میں آیا ہے۔جس میں نماز والے حصے کا حاصل یہ ہے۔

کہ اوّلاً اللہ تعالیٰ نے اس سفر میں آپ ﷺ کو پچاس نمازوں کا تحفہ دیا۔پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر کہ آپؐ کی امت ان پچاس نمازوں کی ادئیگی نہیں کر پائے گی۔آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے نماز کی تعداد میں کمی کی درخواست کی۔پھر اللہ تعالیٰ نے اس نماز کو کم کرتے کرتے پانچ نمازیں امت محمدیہ کے لیے باقی رکھی۔(بخاری:349)

● مسجد کے اردگرد کا علاقہ اور شہر بھی اس مسجد کی وجہ سے بابرکت ہو گیا۔اسی علاقے کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے مقدس کا وصف دیا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۔ (المائدہ۔21)

ترجمہ: ''اے میری قوم اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نام لکھ دی ہے۔''

● حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو اسی علاقے کے قریب قتل کریں گے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دجال کو باب لُد میں قتل کریں گے''۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر 2937) (لُد بیت المقدس کے قریب ایک جگہ کا نام ہے)

● القدس شریف ہی مسلمانوں کا قبلہ اول ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 41، صحیح مسلم، حدیث نمبر 525)

● مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔البتہ اس بات کا اہتمام ضرور کرتے کہ آپ ﷺ اس رخ پر کھڑے ہوں جس پر خانہ کعبہ اور بیت المقدس، دونوں ہی قبلے سامنے آجائیں۔وجہ یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ اسی وقت اہل کتاب سے مختلف کوئی طریقہ اختیار فرماتے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو اس کا حکم یا اجازت مل جاتی تھی۔

جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں دونوں قبلوں کو بیک وقت سامنے رکھنا ممکن نہ تھا۔لہٰذا آپ ﷺ نے اپنے اصول کے مطابق بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی۔لیکن آپ ﷺ کا جی چاہتا تھا کہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے سورہ البقرہ میں آیات نازل فرما کر یہ اجازت دے دی کہ آپ ﷺ کعبہ ہی کو اپنا قبلہ بنالیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں نے پہلے بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنایا تھا۔

بیت المقدس انبیائے کرام کا وطن ہے۔مسجد اقصیٰ ان مساجد میں سے ہے جن کی طرف سفر کرنا جائز ہے۔حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تین مساجد کے علاوہ کسی اور کی طرف سفر نہیں کیا جاسکتا، مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر 1132)

ایک طویل حدیث میں آیا ہے، جسے حضرت ابوہریرہؓ نے راویت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی مسجد میں سبھی انبیائے علیہم السلام کی ایک نماز میں امامت فرمائی۔ حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں: ''نماز کا وقت آیا تو میں نے ان کی امامت فرمائی۔'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر 172)

بیت المقدس ہمارا قبلہ اول ہے یہ ہماری بڑی بدقسمتی ہے کہ ہم قبلۂ اول سے محروم ہو گئے۔ اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ چیز مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی ہے یہودی اسے شہید کر کے اپنا معبد تعمیر کرنا چاہتے ہیں یہی نہیں بلکہ وہ حرمین الشریفین پر بھی اور دریائے نیل سے فرات تک توحید پرستوں کو ختم کر دینے کی آرزو رکھتے ہیں لیکن ہم ابھی تک ان کے عزائم کو نہیں سمجھ سکے، اس لئے کہ ہمیں اس کی نزاکت کا احساس نہیں۔ اس شہر کی عظمت وفضیلت کی وجہ سے ہی حضرت عمرؓ نے سفر کیا تھا اور غازئ اسلام صلاح الدین ایوبیؒ اور ان کے جانثار ساتھی برسوں لڑتے اور دادِ شجاعت دیتے رہے یہاں تک کہ اس شہر کے ذرے ذرے میں ان کا خون رچ بس گیا اور جو آج بھی مضطرب و بے چین اور ایک نئی کروٹ کا منتظر ہے۔

اس موضوع پر بہت سی ضخیم کتابیں موجود ہیں اس لئے اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ اس میں اختصار کو ملحوظ رکھا جائے۔ اس طرح اس کتاب میں اس شہر کا نام اور مسجد اقصیٰ کی مختصر تاریخ، اس کی عظمت وفضیلت کو بیان کیا گیا ہے جس کے لئے ہمارے اسلاف نے اپنے خون سے اس کی آبیاری کی ہے۔ آخر میں ہم جناب منظور صاحب کے شکر گذار ہیں جو ہماری ہمت افزائی فرماتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ مسجد اقصیٰ کی حفاظت فرمائے اور اس کی عظمت ہمارے دلوں میں راسخ فرمائے۔

والسلام

محمد سرور فاروقی ندوی
سابق استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۲۱/۰۶/۲۰۲۳ء

فصل اوّل

مسجد اقصیٰ کی فضیلت

اور

بیت مقدس شہر کی ابتداء سے 1916ء تک کے قوموں کی مختصر تاریخ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ① (سورہ بنی اسرائیل۔ ۱)

ترجمہ: ''اس اللہ کی ذات پاک ہے جو اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایک ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس (بھی) ہم نے (بڑی) برکت رکھی ہے تاکہ ہم اپنے بندے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں بلاشبہ وہ اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے''۔

فائدہ: اقصیٰ کے معنیٰ البعد یعنی ''دور'' کے ہیں چونکہ مسجد اقصیٰ مسجد الحرام اور مسجد نبوی سے کافی دور ہے اس لئے اس کا نام اقصیٰ ہے۔ (تفسیر قرطبی ۱۰/۲۱۷)

● **وقال تعالیٰ** وَلِیَدۡخُلُوا الۡمَسۡجِدَ کَمَا دَخَلُوۡہُ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (سورہ بنی اسرائیل۔۷) اس آیت میں جس مسجد کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ بیت المقدس ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

● **وقال تعالیٰ:** وَاسۡتَمِعۡ یَوۡمَ یُنَادِ الۡمُنَادِ مِنۡ مَّکَانٍ قَرِیۡبٍ ۔ (سورہ ق۔ ۴۱)

فائدہ- اس میں قریبی مکان سے مراد بیت المقدس ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

● **وقال تعالیٰ:** یٰقَوۡمِ ادۡخُلُوا الۡاَرۡضَ الۡمُقَدَّسَۃَ الَّتِیۡ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمۡ (سورہ مائدہ۔ ۲۰)

ترجمہ: ''اے میری قوم اس مقدس (پاک) سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے''۔

● **وقال تعالیٰ:** نَجَّیۡنٰہُ وَلُوۡطًا اِلَی الۡاَرۡضِ الَّتِیۡ بٰرَکۡنَا فِیۡہَا لِلۡعٰلَمِیۡنَ ۝۷۱ (سورہ انبیاء۔ ۷۱)

ترجمہ: ''اور ہم ابراہیمؑ اور لوطؑ کو ان (ظالموں) سے نجات دے کر ایسی زمین کی طرف لے کر آئے جس میں ہم نے جہان والوں کے لئے برکتیں رکھی ہیں''۔

فائدہ: امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے ''مهاجر إلى بلاد الشام إلى الأرض المقدس منها'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو بلاد شام میں مقدس سرزمین (بیت المقدس) کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔

مسجد اقصیٰ کی فضیلت

''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرہ ارض پر سب سے پہلی مسجد کون سی تعمیر کی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسجد الحرام، پھر عرض کیا گیا۔ دوسری کون سی مسجد تعمیر ہوئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجد الاقصیٰ انہوں نے پھر سوال کیا کہ ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا عرصہ تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چالیس سال کا۔ (صحيح البخاری: ۳۳۶۶)، مسلم ۵۲)

● حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ بقیہ تعمیر سلیمان علیہ السلام کریں گے۔ (طبرانی بحوالہ فتح الباری، تحت حديث: ۳۳۶۶)

فائدہ: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی روایات و اقوال نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں مقدس مقامات بیت اللہ اور بیت المقدس کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمائی تھی اور حضرت آدم علیہ السلام کی اس تعمیر کا درمیانی عرصہ چالیس سال کا تھا، جب بیت المقدس کی تعمیر سلیمانی پہلی تعمیر ہی نہیں ہے تو یہودیوں کا ''ہیکل سلیمانی'' اور تولیت اقصیٰ کا دعویٰ ہی باطل ہے مگر یہ بات تو قطعی طور پر ثابت ہے کہ یہ مقامات مقدسہ بیت اللہ بیت المقدس اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کرام کی میراث ہیں اور انبیاء ہی انبیاء کرام کے حقیقی وارث ہوتے ہیں۔ اس لئے ان مقامات کے وارث و متولی انبیاء ہیں اور انبیاء کے حقیقی وارث اب صرف مسلمان ہی ہیں۔

بیت المقدس کی طرف رخ

● حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سولہ سترہ مہینوں تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا فرماتے رہے اس کے بعد بیت اللہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا۔

(صحیح بخاری: ۵۲۵۲، ۲۹۹، ۴۴۹۲، صحیح مسلم: ۵۲۵)

مسجد اقصیٰ کی طرف سفر

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین مساجد کے علاوہ کسی جگہ کا (ثواب اور برکت کی نیت سے) قصد کر کے سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱) مسجد الحرام (۲) مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۳) مسجد الاقصیٰ۔

(صحیح بخاری: ۱۱۸۹، صحیح مسلم: ۱۳۹۷)

سرزمین اسراء و معراج

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ اسراء و معراج کا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد الحرام سے براق پر سوار کیا گیا جس پر آپؐ بیت المقدس مسجد اقصیٰ تشریف لائے اور بیت المقدس یعنی سے ہی آسمان کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج کا آغاز ہوا جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مروی ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۲)

مسجد اقصیٰ میں امام الانبیاء کی امامت

''بیت المقدس یعنی مسجد اقصیٰ میں امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام انبیاء کرام کی امامت فرمائی''۔ (صحیح مسلم: ۱۷۲)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہوا تو میں نے انبیاء کی امامت کی۔ (مسند احمد: ۲۳۲۴) یعنی تمام انبیاء نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

فائدہ: زمین کی پشت پر مسجد اقصیٰ وہ واحد جگہ ہے جس میں ایک ہی وقت میں تمام انبیاء کرامؑ کا اجتماع ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باجماعت نماز ادا فرمائی یہ اعجاز کسی اور جگہ کو حاصل نہیں ہے۔

بیت المقدس میں نماز کی فضیلت

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک ہی مجلس میں آپس میں اس بات پر گفتگو کی کہ بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ زیادہ افضل ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد (مسجد نبوی)؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میری اس مسجد میں ایک نماز (اجر و ثواب کے اعتبار سے) اس بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کی چار نمازوں سے زیادہ افضل ہے اور وہ (مسجد اقصیٰ) نماز پڑھنے کی بہترین جگہ ہے، عنقریب ایسا وقت بھی آنے والا ہے کہ ایک آدمی کے پاس گھوڑے کی رسی کے بقدر زمین کا ایک ٹکڑا ہو جہاں سے وہ بیت المقدس کی زیارت کر سکے (تو اس کو بیت المقدس ایک نظر دیکھ لینا) پوری دنیا یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' دنیا وما فیھا'' سے زیادہ افضل ہوگا۔

(مستدرک حاکم: ۸۵۵۳، طبرانی اوسط: ۶۹۸۳، ۸۲۳، شعب الایمان: ۳۸۴۹)

● مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار (۱۰۰۰) نمازوں کے برابر ہے۔

(بخاری: ۱۱۹۰، مسلم ۱۳۹۴)

فائدہ: مندرجہ بالا دونوں حدیثوں کا حاصل نتیجہ یہ ہے کہ مسجد نبوی مین ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے، تو مسجد اقصیٰ میں اس کا چوتھائی یعنی ۲۵۰ نمازوں کے برابر ہوگا۔

حضرت سلیمانؑ کی تین دعائیں

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سلیمان بن داؤدؑ بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں:

(۱) یا اللہ! میرے فیصلے تیرے فیصلے کے مطابق (درست) ہوں۔(۲) یا اللہ ! مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو ایسی حکومت نہ ملے (۳) یا اللہ! جو آدمی اس مسجد (بیت المقدس) میں صرف نماز پڑھنے کے ارادہ سے آئے وہ گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہوجائے جیسے وہ اس دن گناہوں سے پاک وصاف تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کی پہلی دو دعائیں تو قبول فرمالی ہیں، (کہ ان کا ذکر تو قرآن مجید میں موجود ہے) مجھے امید ہے کہ ان کی تیسری دعا بھی قبول کرلی گئی ہوگی۔ (سنن ابن مانه:۱۴۰۸ سنن نسائی:۶۹۳)

بیت المقدس اور قرب قیامت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت سے قبل فتنوں کے ادوار میں شام (بیت المقدس) میں رہائش اختیار کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ (جامع الترمذی:۱۲۱۷)

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قرب قیامت جب فتنے بکثرت ہونگے تو ایمان اور اہل ایمان (زیادہ تر) شام کے علاقوں میں ہی ہونگے''۔ (مستدرک حاکم:۸۵۵۴، ۸۴۱۳)

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شام کے لئے خوشخبری ہے اللہ کے فرشتوں نے اس پر (حفاظت کیلئے) اپنے پر پھیلا رکھے ہونگے''۔ (جامع الترمذی ۳۹۵۴، الصحیحۃ ۵۰۳)

● فتنوں کے زمانے میں اہل اسلام کی مختلف علاقوں میں جماعتیں ہونگی یعنی لشکر ہونگے اس دور میں آپ ﷺ نے فرمایا: شام اور اہل شام کے لشکر کو اختیار کرنا کیونکہ اس دور میں ان کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہوگی'' یہ مہدی اور عیسیٰؑ کا لشکر ہوگا۔)

(ابوداؤد:۲۴۸۳)

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

آخری زمانہ یعنی قرب قیامت کے وقت خلافت اسلامیہ کا مرکز ارض مقدسہ ہوگا۔ (ابوداؤد:۲۵۳۶)

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت سے قبل مدینہ منورہ (غیر آباد) ویران ہوجائے گا اور بیت المقدس آباد ہوگا تو یہ زمانہ بڑی لڑائیوں کا ہوگا اور اس کے بعد دجال کا خروج ہوگا۔ (ابوداؤد:۴۲۹۴)

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال چار مقامات پر داخل نہ ہوسکے گا۔

(۱) مدینہ منورہ

(۲) مکۃ المکرمہ

(۳) بیت المقدس یعنی مسجد الاقصیٰ

(۴) کوہ طور (مسند احمد:۲۳۶۸۳)

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی ان ہی علاقوں دمشق کے مشرق میں سفید مینار کے پاس ہوگا''۔ (سنن ابن ماجہ ۴۰۷۵)

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو 'باب لد' کے پاس قتل کردیں گے''۔ (صحیح مسلم:۲۹۳۷)

فائدہ: '' باب لد'' فلسطین کے علاقے میں بیت المقدس کے قریب ہے جس پر اسرائیل غاصب نے قبضہ کررکھا ہے۔

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فتنہ یاجوج وماجوج کی ہلاکت اور انتہاء بھی بیت المقدس کے قریب ''جبل الخمر'' کے پاس ہوگی۔ (صحیح مسلم:۲۹۳۷)

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک یہودیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا نہ دیا جائے، قیامت سے پہلے ایسا وقت ضرور آئے گا کہ مسلمان یہودیوں کو چُن چُن کر قتل کریں گے حتی کہ اگر کوئی یہودی کسی درخت یا پتھر کے پیچھے چھپا ہوگا تو وہ بھی بول اٹھے گا کہ اے مسلمان! میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے، آکر اسے قتل کردو''۔

(صحیح بخاری:۲۹۲۶، ۳۵۹۳، صحیح مسلم:۲۲، ۲۹۲۱)

فائدہ: یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا سے یہودی اپنے مستقل "اسرائیل" میں جمع ہو رہے ہیں۔

سرزمین محشر

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت سے پہلے ایک آگ لوگوں کو ڈھکیلتی ہوئی میدان محشر (شام) کی طرف لے کر آئے گی، وہ آگ صبح دوپہر اور شام ہر وقت ان کے ساتھ ہوگی حتی کہ وہ انہیں میدان محشر تک پہنچا دے گی۔ (صحیح بخاری: ۶۵۲۲)

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شام محشر کی سرزمین ہے، (محشر سرزمین شام میں برپا ہوگا۔ (جامع ترمذی: ۱۸۲۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٤١﴾ (سورہ ق۔ ۴۱)

فائدہ: اور یہ بات تم غور سے سن لو جس (قیامت) دن ایک پکارنے والا (فرشتہ) ایک قریبی جگہ؟ (صخرہ یعنی بیت المقدس) سے پکارے گا، یہ پکارنے والا فرشتہ ہوگا اور یہ پکار نفخہ ثانیہ ہوگا جس سے لوگ میدان محشر میں جمع ہو جائیں گے، اور قریبی جگہ جہاں سے یہ ندا ہوگی اس سے بعض مفسرین نے صخرہ سے بیت المقدس مراد لیا ہے۔

(مفہوم من تفسیر ابن کثیر و احسن البیان)

بیت المقدس اور انبیاء کا مسکن

بیت المقدس یعنی "یروشلم" جو مسلمانوں یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے یکساں باعثِ عزت واحترام ہے، "یروشلم" بمعنی "خدائی حکومت" اس کا نام "القدس" بھی ہے۔ یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر اور تخت داؤد، اور حضرت عیسیٰؑ کی تبلیغ کا وشوں کے نشانات ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے انبیاء کرام اور مصلحین کی یادگاروں کے آثار بھی موجود ہیں۔ "بیت المقدس" سنہری شہر اور امن کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔

زمانہء قدیم میں جس علاقے کو "شام" کہا جاتا تھا، وہ لبنان، فلسطین، اور شام کی سرزمین پر مشتمل تھا، احادیث میں جس کی فضیلت ذکر فرمائی گئی ہے، اس پورے علاقے کو یہ اعزاز حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کثرت سے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا، نیز دیگر کئی علاقوں سے انبیاء کرام نے ہجرت فرما کر اس علاقے کو اپنا مسکن بھی بنایا، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

● حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت یوشعؑ، حضرت موسیٰؑ نے تو اس سرزمین (بیت المقدس) میں اپنی موت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی فرمائی تھی۔

(صحیح بخاری ۱۳۳۹)

● حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت لوطؑ، حضرت یحییٰؑ وغیرہ اور حضرت عیسیٰؑ کا دوبارہ نزول بھی اسی سرزمین شام میں ہوگا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج بھی اس مقدس سرزمین سے فرمائی تمام انبیاء کرام کی امامت بھی فرمائی۔

بیت المقدس کی قدامت

بیت المقدس کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ نسل انسانی اور اس کی تاریخ ہے، یہ مقدس شہر کئی بار اُجڑا اور پھر اسی تابانی کے ساتھ آباد بھی ہوا۔ حملہ آوروں نے کئی بار اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، مگر آباد کاروں نے پھر اُسی جوش وخروش سے اس کی تعمیر کی، یہودی اس شہر کو "خدائی مسکن" کہتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ شہر قیامت تک قائم رہے گا۔

اس شہر کو کنعانیوں نے آباد کیا تھا پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اس شہر کو فتح کر کے اپنا دار السلطنت بنایا۔ پھر ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ نے اس معبد کی تعمیر فرمائی تھی جس کی بنیاد حضرت داؤدؑ نے رکھی تھی، پھر رفتہ رفتہ یہ شہر مذہبی اور روحانی مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا۔ حضرت سلیمانؑ کے بعد اہل بابل یہاں قابض ہو گئے۔ اس کے بعد یہودی اور یونانیوں کا یہاں قبضہ ہو گیا۔

لیکن یہودی یہاں دوبارہ قابض ہوئے اور ۱۲۳ سنہ ق م میں رومیوں نے یہودیوں کا یہاں داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔ دو سال بعد عیسائی بادشاہ قسطنطین نے یہاں ایک بڑا اگرجا تعمیر کروایا۔

۶۳۷ سنہ ء میں عربی مسلمانوں نے رومیوں کو عبرتناک شکست دینے کے بعد یروشلم کو فتح کیا اور ۴۸۰ سال تک یہ شہر امن وسکون کا گہوارہ بنا رہا۔ پھر صلیبی جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ رومن کلیساؤں اور پوری عیسائی دنیا نے فوج کی یلغار کر کے عربوں کو یہاں سے نکال دیا، لیکن ترکوں نے اسے فتح کر کے پھر سے اپنی حکومت قائم کر لی۔

جائے وقوع

یہ شہر دنیا کی تاریخ میں اپنے جائے وقوع کے لحاظ سے عجیب طریقے سے ڈھلوان پہاڑی پر واقع ہے۔ اس شہر میں زیارت کی جگہیں بہت سی ہیں جنہیں گائیڈ کی مدد سے ہی دیکھا جا سکتا ہے۔

''برٹانیکا انسائیکلو پیڈیا'' میں لکھا ہے کہ یہ ۳۳ صدیاں پرانا شہر ہے۔ یہ مقدس شہر کئی بار اجڑا اور آباد ہوا۔ کئی مرتبہ زلزلوں سے کھنڈرات میں تبدیل ہو گیا اور تقریباً اٹھارہ دفعہ از سر نو تعمیر ہوا۔

'بادیان' اور 'بخت نصر' کے عہد میں اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی تھی، بیت المقدس پر چھ دور ایسے گزرے ہیں کہ اس پر ایسا زمانہ بھی آیا ہے کہ اس کو زمین کے برابر ہموار کر دیا گیا، گلی کوچے اور عمارتیں تباہ اور اس کے باشندے قتل یا جلاوطن کر دیئے گئے۔

بیت المقدس کے نام

بیت المقدس کے کئی نام ہیں۔ مختلف قوموں نے اپنے اپنے عقیدے کے مطابق اسے مختلف ناموں سے ہر دور میں پکارا۔ جیسے:

(۱) اس شہر کو مسلمانوں نے ہمیشہ ''بَیْتُ الْمُقَدَّسْ'' (متبرک گھر) یا ''بَیْتُ الْمَقْدِسْ'' (پاک مقام) کے نام سے پکارا ہے۔

(۲) حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں اس کا نام یروشلم ہوا، لیکن یہودی علماء نے حضرت ابراہیمؑ سے منسوب کرنے کے لئے یہ کہا کہ آپ نے اسے ''جرتح'' (JEREH) کہا تھا اور شلم یا شیلم (SHELM) کا اس میں اضافہ کر دیا یعنی جرتح شلم کہا، جو ۸۰۰ سنہ ق م تک تھا۔

(۳) اس کا ایک سب سے پرانا نام جیبوس (JEBUS) تھا۔

(۴) ایک یورپی مؤرخ نے جیبس سلم کہا ہے جس کے معانی ''اساسِ امن'' کے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کہ دو شہر ''جیبس'' (JEBUS) اور ''سلم'' (SALAM) تھے جو ایک ہو گئے اور نام بھی مرکب ہو گیا۔ جو بگڑ کر یروشلم ہو گیا۔

نوٹ۔ جو لوگ اسے دو عبرانی الفاظ کا مرکب قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک اصل لفظ ''جروزلم'' ہے۔

(۵) ایک نام اس کا ''یُروشَلیم'' ہے ''ارینالڈا'' اور ''ایوالڈ'' کا کہنا ہے کہ یہ دو عبرانی الفاظ ''یروشلیم'' کا مرکب ہے جس کے معنیٰ ''ورثہ امن'' (INHERITENCE OF PEACE) کے ہیں۔

(۶) بعض لوگ اس کو ''سمتی'' یا ''یوری'' (URI) (بمعنی شہر) اور سلیم (SALIM) (دیوتائے امن) کا مرکب قرار دیتے ہیں۔ جس کے معنیٰ ''دیوتائے امن کا شہر'' ہوتے ہیں۔ اس قدیم عبرانی نام سے عرب بھی واقف تھے۔

چنانچہ ''یاقوت'' نے ''یروشلم'' (بلا تشدید لام) اور ''شلم'' مختلف نام لکھے ہیں۔ جو یہودیوں کے زمانے میں مروج تھے۔

(۷) قیصر ''ہاوریان'' نے یہودیوں سے اس شہر کو خالی کروانے کے بعد ۱۳۰ سنہ ھ میں شہر کو

''ایلیا کا پی تولی'' نام سے موسوم کیا اور اس کا پہلا جز ''والیا'' عربی میں محفوظ رہا۔ عربوں کے لئے یہ بے معنیٰ لفظ تھا لہٰذا اس سلسلے میں طرح طرح کے افسانے مشہور ہو گئے۔

یاقوت لکھتا ہے کہ:

''کعب کی سند سے روایت کی جاتی ہے کہ اس مقدس شہر کا نام ''الیا'' اس لئے ہوا کہ اسے ایک عورت ''ایلا'' نے آباد کیا تھا۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ ''الیا'' کے معنیٰ بیت اللہ کے ہیں۔

● ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ اپنے بانی ''الیا'' کے نام پر ہے۔ جو ''رومہ'' میں شام بن نوح کا بیٹا تھا ''دمشق''، ''حمص''، اور فلسطین اس کے بھائیوں کے نام تھے۔

(۸) شعراء کے یہاں ''یروشلم'' کو کہیں کہیں ''البلاط'' کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے جس کے معنیٰ ہیں ''دربار'' یا ''شاہی محل'' اور عربوں نے یہ لفظ لاطینی ''پلاتیوم'' سے لیا ہے۔

(۹) اسے ''گولڈن سٹی'' (GOLDEN CITY) بھی کہتے ہیں لیکن جب اسے اس نام سے پکارا جاتا ہے تو تاریخ اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔

(۱۰) یہودیوں نے اسے اس وقت ''مقدس شہر'' قرار دیا جب انہوں نے ''اینٹی اوکس ایپی فینس'' کو شکست دی اور یہ ۱۰۰ ق م کا واقعہ ہے۔

بیت المقدس اور کعبۃ اللہ

حدیث شریف میں ہے کہ بیت المقدس کعبہ معظّمہ کے چالیس سال بعد وجود میں آیا اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کا کوئی مقام بیت اللہ اور بیت المقدس سے قدیم نہیں ہے۔

بیت المقدس کی آبادی

تاریخ میں ہے کہ یہاں سب سے پہلے آل سام قوم جو ''کنعی'' یا ''فونیقی'' کہلاتی تھی وہ ۲۵۰۰ قبل مسیح آباد ہوئی۔

آل سام کے قبائل جزیرۃ العرب سے ہجرت کر کے یہاں پہنچے تھے انہی قبائل کی ایک شاخ مجوسیوں کے نام سے مشہور تھی۔

● ۲۰۰۸ ق م میں ''شالیم'' بادشاہ کی حکومت تھی اور سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ ''شہراز'' (یہ دجلہ وفرات کے سنگم پر واقع ہے) سے ہجرت فرما کر اس علاقے میں پہنچے تھے اور ''حَبرون'' کے مقام پر قیام کیا تھا جو بعد میں ''الخلیل'' کے نام سے بھی موسوم ہوا۔

● اس علاقے میں مختلف مقامات سے برآمد ہونے والی تختیوں اور کتاب مقدس کی روایات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہاں کا حاکم بھی حضرت ابراہیمؑ کی طرح ہی عبادت کرتا اور خود کو خدا کا فرستادہ بتاتا تھا۔ کتاب پیدائش اور ابن کثیر کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خاص قوت وطاقت کے مالک ہو گئے۔

● اور جب دمشق کے بادشاہوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے جو وادئ اردن میں مقیم تھے، گستاخی کی تو حضرت ابراہیمؑ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دمشق والوں کے ساتھ لڑے اور انہیں شکست دے کر دمشق تک ان کا تعاقب کیا۔

● ابن کثیر کا بیان ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ اس فتح کے بعد لوٹے تو بیت المقدس کے بادشاہ نے ''یبوسی'' شہر سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا۔

● ''کتاب پیدائش'' اور قدیم عربی مؤرخین کی روایت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اسی وادی سے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو وادئ فاران میں چھوڑ گئے تھے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کا ۱۷۵ برس کی عمر میں جب انتقال ہوا تو اسی وادی کے شہر (حَبرون) میں مدفون ہوئے، ان کی وفات کے چالیس سال بعد حضرت یعقوبؑ نے بیت المقدس کے ''بیت ایل'' پر ایک مذبح تعمیر کیا، جس کے کھنڈروں پر صدیوں بعد حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے عمارت تعمیر کروائی۔

● حضرت یعقوبؑ کے بیٹے حضرت یوسفؑ جب مصر پہنچے اور بادشاہ ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ کے پوتے یعنی یعقوبؑ کی اولاد اپنے جدامجد کی وفات کے بعد مصر منتقل ہو گئی

اوراسے خوب عروج حاصل ہوا۔

حضرت یوسفؑ کے بعد

حضرت یوسفؑ کے انتقال کے بعد یہ قوم معتوب ہوئی حتی کہ اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور مصر میں حضرت موسیٰ ؑ کو مبعوث کیا گیا، جنہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجۂ ظلم و استبداد سے نجات دلائی اور بنی اسرائیل دریائے نیل پار کر کے ''وادیٔ سینا'' میں داخل ہو گئے مگر یہ قوم اپنے نبی کی نافرمان اور احسان فراموش ثابت ہوئی اور بتوں کی پوجا کرنے لگی۔

پھر جب حضرت موسیٰ ؑ نے اُن کو دعوت دی تو انہوں نے ظلم کیا۔ اس کے بعد جب حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں داخل ہونے کا حکم دیا تو بنی اسرائیل نے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا۔ اذھب انت و ربك انا ھھنا قاعدون ''تم اور تمہارا رب جانے، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں'' یعنی ہم نہیں لڑیں گے۔

''وادیٔ تیہ'' کا عرصہ

بنی اسرائیل کی یہ گستاخی اللہ تعالیٰ کو ناگوار گزری، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سزا دی کہ جب تک موجودہ نسل کے تمام بچے بالغ نہیں ہو گئے اس وقت تک وہ ''وادیٔ تیہ'' میں ہی بھٹکتے رہے ان کی ذلت کا یہ عرصہ چالیس سال پر محیط ہے۔ اس عرصہ میں ہلاک ہونے والے بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ بتائی گئی ہے۔ پھر یہ بیت المقدس میں کافی عرصے کے بعد داخل ہوئے۔

حضرت شموئیلؑ

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں حضرت شموئیلؑ کو (جو حضرت موسیٰ ؑ کے بعد دوسرے نبی شمار ہوتے ہیں) مبعوث فرمایا۔ حضرت شموئیل نے یہودیوں کو بت پرستی سے چھٹکارا اور فلستیوں کی غلامی سے نجات دلائی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی شریعت پر عمل کرنے سے اسرائیلیوں پر ماضی کی شان وشوکت لوٹ آئی۔ حضرت شموئیلؑ نے بنی اسرائیل کی منشا کے مطابق ان پر ''حضرت طالوت'' کو بادشاہ مقرر کر دیا۔

''حضرت طالوت'' کے حاکم ہونے سے تیس سال قبل یعنی ۱۰۵۰ ق م میں ''اشدودی'' بنی اسرائیل کو شکست دے کر ''تابوت سکینہ'' لے گئے تھے۔ جسے سات ماہ بعد انہوں نے خود ہی لوٹا دیا تھا۔

''حضرت طالوت'' کی بادشاہت

حضرت طالوت بادشاہ بنے تو ان کا پورا وقت فلستیوں سے لڑائیوں میں گزرا۔ ان جنگوں میں ایک نوجوان یعنی حضرت داؤدؑ نے تلوار کے جوہر خوب دکھائے اور مشرکین کا سالار اعلیٰ ''جالوت'' بھی ''حضرت داؤد ؑ'' کے وار سے ہلاک ہوا۔

فائدہ: حضرت شموئیلؑ کی آمد تک یہود باقاعدہ قوم کی حیثیت اختیار نہیں کر سکے تھے۔ بلکہ ان کے بارہ قبائل کی انفرادیت برقرار تھی اور وہ ایک دوسرے پر بالاتری حاصل کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔

اس صورت حال نے انہیں شدید نقصان پہنچایا تھا۔ حضرت شموئیلؑ آئے۔ تو ان کی قبائلی انفرادیت کو ختم کر کے اسے ایک متحد قوم کی صورت دے دی۔ حضرت شموئیل ؑ ایک روحانی حاکم تھے لیکن انہوں نے بیک وقت بادشاہ، رہنما، قاضی القضاۃ، اور پیغمبر کے فرائض انجام دیئے۔ گو انہوں نے باہم متصادم قبائل کو اکٹھا کر دیا تھا۔ لیکن ''طالوت'' کے عہد میں قبائلی عصبیت نے پھر جنم لے لیا، حتی کی حضرت داؤدؑ مبعوث ہوئے اس وقت یہود کا ابتدائی دارالحکومت ''حَبرون'' تھا۔

''طالوت'' کی تخت نشینی اسی شہر میں ہوئی تھی اور وہ یہیں سے فوجی جنگوں میں شہری مہموں کی نگرانی کیا کرتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی بادشاہت

''جالوت'' کے بعد شاہی تاج ''حضرت طالوت'' کے سر پر سجایا گیا۔ وہ کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گئے۔ تو ''طالوت'' کے بعد بنی اسرائیل نے متفقہ طور پر ''حضرت داؤدؑ '' کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ ان کا ابتدائی دار الحکومت ''جبرون'' ہی تھا۔ اس وقت بیت المقدس پر ''یبوسی'' قابض تھے۔ حضرت داؤدؑ نے اسرائیلیوں کی متحدہ طاقت کے ساتھ جنوب سے شہر ''القدس'' پر حملہ کیا تو زیریں حصہ بآسانی فتح ہو گیا۔ مگر بالائی حصہ کے مکین جمے رہے۔ اور حضرت داؤدؑ کی یوں تضحیک کی کہ پہلے کمزور اور معذور لوگ کھڑے کر دئے گئے اور پیغام بھجوادیا کہ پہلے انہیں قابو میں لاؤ، تو سمجھیں گے حضرت داؤدؑ نے زبردست حملہ کیا کہ بالائی شہر فتح ہو گیا اور حضرت داؤدؑ نے ''یبوسیوں'' کو شہر بدر کر دیا۔

اس سے پورے فلسطین پر ''حضرت داؤدؑ '' کی حکومت قائم ہو گئی۔ اور ان کی عظمت میں زبردست اضافہ ہوا۔

ہمسایہ سلطنتیں خوف زدہ ہو کر متحد ہو گئیں اور حضرت داؤدؑ پر حملہ کرنا شروع کر دیا لیکن وہ ''یروشلم'' تک نہ پہنچ سکیں بلکہ ''کیفد پائیم'' کی وادی ہی میں شکست کھا کر پسپا ہو گئیں جس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کی طاقت سے مرعوب ہو کر بہت سے ہمسایہ حکمرانوں نے ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔

جنگ و صلح کے دور میں حضرت داؤدؑ نے ''بالائی'' اور زیریں شہر کو ایک کر دیا اور شہر کے چاروں طرف ایک مضبوط فصیل تعمیر کروائی۔ اس کے علاوہ ''جبل زیتون'' پر شاہی محل اور وادی میں شاہی باغ تعمیر کروایا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ بنی اسرائیل نے اس طرح یروشلم پر مکمل قبضہ کر لیا۔

حضرت داؤدؑ کا دورِ حکومت

حضرت داؤدؑ کے ۳۳ سالہ دورِ حکومت میں اسرائیلی فوجوں کو سکون بہت کم ملا،

لیکن ان کی جنگوں کا نتیجہ ان کے حق میں مفید ثابت ہوا۔ بنی اسرائیل جواب تک قبائلی عصبیت کا شکار مختلف قبیلوں میں تقسیم تھے ایک قوم بن گئے۔

تعمیر ہیکل اور حضرت سلیمان علیہ السلام

''تابوت سکینہ'' ایک باکس یا صندوق ہے جس میں لوح قرآنی، توریت، حضرت یوسفؑ کا کرتا، حضرت ہارونؑ کا جبہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اور حضرت سلیمانؑ کی انگھوٹھی اس کے علاوہ اور بھی بہت سے نبیوں کی یادگار چیزیں تھیں۔ حضرت داؤدؑ کی خواہش تھی کہ وہ ایک معبد بنائیں چنانچہ اس کی تعمیر کے لئے آپ نے ضروری سامان جمع کرنا شروع کیا لیکن تعمیر مکمل نہ ہو سکی تو آپ نے اپنے بیٹے سلیمانؑ کو اس معبد یا ہیکل کا پورا خاکہ بھی تفصیلاً سمجھا دیا۔

حضرت داؤدؑ کے بعد

۱۰۱۵ ق م میں حضرت داؤدؑ کا انتقال ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام تخت نشین ہوئے۔ ان کی سلطنت ایک طرف ''اردن'' اور دوسری طرف ''فرات'' تک پھیل گئی اور ۱۰۱۲ ق م میں انہوں نے ہیکل کی تعمیر شروع کی یعنی ہیکل اسی جگہ تعمیر ہوا جہاں حضرت داؤد علیہ السلام نے شروع کیا تھا۔

اس ہیکل کی تعمیر سات سال تک جاری رہی اور مزدوروں کی ایک بڑی تعداد مسلسل کام کرتی رہی، جس میں بے انتہا دولت خرچ ہوئی۔

ہیکل کی لمبائی چوڑائی

بائبل کی کتاب سلاطین میں دی گئی تفصیل اور مؤرخین کے بیان کے مطابق ہیکل سلیمانی، بلا شبہ فن تعمیر کا ایک عظیم شاہکار تھا اس کی لمبائی ساٹھ ہاتھ (یعنی ۹۰ فٹ) چوڑائی بیس ہاتھ (یعنی ۳۰ فٹ) اور اونچائی تیس ہاتھ (یعنی ۴۵ فٹ) تھی

اور اس کے اندر ’’پاک ترین جگہ‘‘ بنائی گئی جہاں خداوند کے عہد کا صندوق ’’تابوت سکینہ‘‘ رکھا گیا، مگر تابوت سکینہ ’’بخت نصر‘‘ کے حملہ کے بعد ایسا غائب ہوا کہ آج تک اس کا سراغ نہیں مل سکا۔

سلیمانی محل

حضرت سلیمانؑ نے اپنے لئے بھی ایک عظیم محل تعمیر کروایا، جو ہیکل کے بعد دوسری عظیم عمارت تھی، اس کی تعمیر میں کئی سال لگے۔ اور اس کی اہم بلڈنگ ۱۵۰ فٹ لمبی، ۷۵ فٹ چوڑی اور ۴۵ فٹ بلند تھی۔ یہ عمارت تین منزلہ تھی۔

حضرت سلیمانؑ کی شان وشوکت

حضرت سلیمانؑ کی شان وشوکت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ خادموں اور ملازموں کی تعداد ہزاروں سے زائد تھی۔ خلاصہ یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں سلطنتِ اسرائیل اپنے عروج پر تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات

حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ۹۷۵ ق م میں ہوا اور اس کے ساتھ ہی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ جنوبی سلطنت، یہوداہ، جس میں ’’جنوبی فلسطین‘‘ اور ’’روم‘‘ شامل تھا جس کا پایۂ تخت ’’یروشلم‘‘ اور شمالی سلطنت اسرائیل، جو شمالی فلسطین اور شرق اردن پر مشتمل تھا، جس کا دارالحکومت سامرۃ (نابلس) تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد ہی بنی اسرائیل کی ریاست دو حصوں میں تقسیم ہوگئی، اور صدیوں تک ان کے بادشاہ الگ الگ مقرر ہوتے رہے۔

یہی نہیں بلکہ بنی اسرائیل فحش، جرائم مکاری، عیاشی، بدمعاشی اور وہ اپنے خدا

’’یہوداہ‘‘ کی مورتیاں بنانے اور دیوی دیوتاؤں کی طرح ان مورتیوں سے عجیب وغریب روایات منسوب کرنے لگے اور انہوں نے توریت میں اپنی حسب منشا ردوبدل کرلیا۔

علماء اور کاہن اپنے مفادات کے لئے توریت کی عبارتیں مسخ کردیتے اور اس دور میں جو بھی ان کی اصلاح کے لئے جدوجہد کرتا بنی اسرائیل اس کا تمسخر اڑاتے اذیتیں پہنچاتے اور قتل کرنے سے بھی گریز نہ کرتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی سزا دی کہ ذلت ورسوائی ان کا مقدر بن کر رہ گئی۔

بیت المقدس سے یہودیوں کی محرومی

جب بنی اسرائیل باہم لڑنے اور خدا کی پرستش کرنے کے بجائے بتوں کو پوجنے لگے اور ۸۹۹ ق م میں ’’یہوداہ‘‘ کی سلطنت قائم ہوئی تو فلسطینیوں اور عربوں کی متحدہ طاقت نے ’’یروشلم‘‘ پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے شہر کو لوٹا اور ہیکل میں داخل ہو کر جو کچھ ملا اٹھا لے گئے۔

پھر ایک عرصے تک ’’یہوداہ‘‘ کی سلطنت سنبھل نہ سکی بلکہ مقامی باشندوں نے شاہ ’’یہوداہ امصیاہ‘‘ کے خلاف بغاوت کر کے اسے قتل کر دیا۔ اور بیت المقدس ’’بنی اسرائیل‘‘ کے قبضہ سے نکل گیا۔

’’یوتام‘‘ کی بادشاہی

’’عزیاہ‘‘ کے بعد اس کا بیٹا ’’یوتام‘‘ تخت نشین ہوا، ’’یوتام‘‘ انبیاء کی بتائی ہوئی راہ پر قائم رہا اور سولہ برس تک کامیابی سے حکومت کرتا رہا، اس کے انتقال پر ’’آحز‘‘ بادشاہ ہوا، جو انتہائی گمراہ تھا، اس کے دور حکومت میں ۷۴۰ ق م کے قریب شامی فوجوں نے یروشلم پر حملہ کیا۔ جس میں شدید لڑائی ہوئی اور ’’آحز‘‘ شام کا مطیع ہوگیا۔

’’حزقیاہ‘‘ کی تخت نشینی

’’آحز‘‘ کے بعد اس کا بیٹا ’’حزقیاہ‘‘ پچیس برس کی عمر میں تختِ سلطنت پر

بیٹھا۔ اس نے سنہ ۷۰۰ ق م سے سنہ ۷۴۰ ق م تک چالیس برس حکومت کی۔ ''حزقیاہ'' نے قوم کو بت پرستی سے نجات دلائی اور ہیکل سلیمانی کی عظمت کو بحال کیا۔

اس کے عہد میں ''اشوری'' بادشاہ ''سنجرب'' نے ''یروشلم'' پر حملہ کیا، لیکن ابھی محاصرہ جاری تھا کہ ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی جس سے اس کے سردار اور جرنیل مرنے لگے اور وہ محاصرہ ختم کر کے واپس چلا گیا۔

''منستی'' کی تخت نشینی

''حزقیاہ'' کے بعد اس کا بیٹا ''منستی'' بارہ برس کی عمر میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور ''یروشلم'' میں پچپن برس تک حکومت کی، اس کے عہد میں بنی اسرائیل پھر راہ توحید سے بھٹک گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب سنہ ۶۶۷ ق م میں ''شاہ اَسُور'' کے سپہ سالاروں نے اس پر حملہ کیا تو ''یروشلم'' کے لوگ مقابلہ نہ کر سکے، حملہ آور ''منستی'' کو زنجیروں سے جکڑ کر اور بیڑیاں ڈال کر بابل لے گئے اور چند سال قید رکھنے کے بعد واپس ''یروشلم'' بھیج دیا۔

بادشاہت پر بحالی کے بعد اس نے کچھ تعمیراتی منصوبے مکمل کئے اور بیت اللہ کو بتوں سے پاک صاف کیا۔ اس کا جانشین بائیس سالہ ''رمون'' دو ہی سال بعد اپنے غلاموں کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

سنہ ۵۴۳ ق م میں اس کا بیٹا ''یوسیاہ'' وارث ہوا جو ۱۳ سال تک ''یروشلم'' میں حکومت کرتا رہا اس کے عہد میں ہیکل کی مرمت اور عظمت بحال ہوئی، یہاں تک کہ ''یوسیاہ'' شاہ مصر ''نکوہ'' سے مقابلہ کرتا ہوا مارا گیا۔

پھر اس کا بیٹا ''یہو'' اس کا جانشین ہوا۔ لیکن فرعون ''مصر نکوہ'' نے اسے بھی شکست دے دی۔

''بخت نصر'' شہنشاہِ بابل کا غلبہ

''یہویقیم'' کو سلطنت کرتے ہوئے گیارہ برس ہو گئے تھے کہ سنہ ۵۹۸ ق م میں

بابل کے مشہور حکمران ''بخت نصر'' کی صورت میں اس کی بربادی ہوئی۔

پہلے مصری فوج کو جو ''یہویقیم'' کی مدد کے لئے آ رہی تھی شکست دی۔ پھر ''یروشلم'' کا محاصرہ کر لیا اور جنگ کے نتیجے میں بے شمار یہودی مارے گئے، بادشاہ گرفتار ہوا اور ''بخت نصر'' دس ہزار یہودیوں کو بابل گرفتار کر کے لے گیا۔ ''بخت نصر'' نے ہیکل کے نفیس برتنوں کو سمیٹا اور ''یہویقیم'' کے بھائی ''صدقیا'' سے اطاعت و وفاداری کا حلف لے کر بابل لوٹ گیا۔

''بخت نصر'' کے ہاتھوں یروشلم کی تباہی

مختصر سے عرصہ میں یہ تیسری بدعہدی اور بغاوت تھی۔ شاہ بابل ''بخت نصر'' یہودیوں کی بدعہدی سے تنگ آ چکا تھا۔ اس لئے اس مرتبہ ''بابل'' سے ''قوم یہود'' کے مکمل خاتمے کا عزم لے کر نکلا اور فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوتے ہی اپنے فوجیوں کو قتل عام کا حکم دے دیا۔ ''یروشلم'' کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہہ گئیں اور فوج نے ہیکل کو جلا دیا اور ''یروشلم'' کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جب ''بخت نصر'' نے اپنا کام مکمل کر لیا تو ''یروشلم'' میں راکھ کے ڈھیر کے علاوہ کچھ نہیں تھا اور ہر طرف دھواں چھایا ہوا تھا، وہ مال غنیمت اور بچے ہوئے یہودیوں کو ساتھ لے کر بابل کی طرف لوٹ گیا۔

اس تباہی میں ''تابوت سکینہ'' بھی غائب ہو گیا اور آج تک اس کا سراغ نہیں مل سکا، اِس کے علاوہ ''بخت نصر'' نے یہودیوں کے تمام صحیفے نذر آتش کر دیئے اور ہزاروں مرد اور عورتوں کو قیدی بنا کر کئی میل لمبے جلوس کی صورت میں اپنے ساتھ لے گیا پھر ''بخت نصر'' نے انہیں اپنی سلطنت کے سرحدی علاقوں کی طرف نکل جانے کو کہا یعنی اس طرح غریب الوطنی ان کا مقدر بن گئی۔ بتایا جاتا ہے کہ ان یہودیوں کی تعداد کئی ہزار تھی۔

یہ یہود کی پہلی قومی تباہی تھی۔ اس تباہی و بربادی میں نہ صرف ''ہیکل سلیمانی'' کا

نشان مٹ گیا اور توریت بھی غائب ہوگئی، یہ لوگ کہتے ہیں کہ بابل کے زمانۂ اسیری میں یہودی توریت کو یاد کر کے رویا کرتے تھے اور آج بھی اس تباہی کی یاد میں ''سلیمان کے روزے'' رکھتے ہیں۔

یہاں زائرین آتے اور ''یروشلم'' کے کھنڈرات پر بیٹھ کر اسرائیل کی واپسی کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے اور جو یہاں پہنچ نہ پاتے وہ ''فرات'' کے کنارے ''یروشلم'' کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔

تل اَبِیب کی بنیاد

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ''بابل'' میں یہودی غلاموں کو دریائے فرات کے کنارے پر آباد کیا گیا تو اُنہوں نے اس بستی کا نام ''تل ابیب'' رکھا۔ اسرائیل کا موجودہ دارالحکومت ''تل ابیب'' اسی دور کی یاد تازہ کرتا ہے۔

حضرت دانیال اور حضرت عزیر علیہم السلام کی نبوت کا دور

اس دور غلامی میں حضرت دانیالؑ اور حضرت عُزیرؑ، یہود کی رہنمائی کرتے رہے، یہاں تک کہ ''بابل بن سالتی ایل'' نے جو حضرت داؤدؑ کی نسل سے تھا۔ صیہونیت کی پہلی تحریک کا آغاز کیا۔

صیہونیت کا آغاز

''صیہون'' دراصل بیت المقدس کی ایک پہاڑی ہے، جس پر حضرت داؤد علیہ السلام نے ''یروشلم'' کو فتح کرنے کے بعد فتح کا جشن منایا تھا۔ چنانچہ بنی اسرائیل اسی نسبت سے ''صیہون'' کو مقدس سمجھتے ہیں اور ''یروشلم'' کو ''دخترِ صیہون'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

''تحریک صیہونیت'' کا مقصد کھوئی ہوئی ریاست ''صیہون'' و ''یروشلم'' کو دوبارہ حاصل کرنا اور ''ہیکل سلیمانی'' کی ازسرنو تعمیر کرنا ہے۔

ہیکل کی تعمیر نو

ان کی فلسطین میں آمد کے سات ماہ بعد ''یشوع بن یوصدق'' اور ''زروبابل بن سالتی ایل'' کی قیادت میں ہیکل کی ازسرنو تعمیر کا کام شروع ہوگیا۔ معماروں میں جذبے کے فقدان کی بنا پر کام کئی سال جاری رہا اور ہیکل کی تعمیر ۵۱۶ ق م میں مکمل ہوئی تو ''عزرا'' نے جو ماہر فقیہہ تھا اس نے کتاب شریعت ''توریت'' پڑھ کر سنائی، جسے اس نے بزرگان یہود کے مشورہ پر اپنی یادداشتوں سے قلم بند کیا تھا۔ اصل توریت ''بخت نصر'' کے عہد میں غائب ہوچکی تھی۔ نئی توریت ''عزرا'' نے تألیف کی اور اس نے نہ صرف انداز بیان میں بہت سی تبدیلیاں کیں بلکہ بہت سی نئی عبارتیں بھی اس میں شامل کردیں۔

نحمیاہ کا بیان

ہیکل ۵۱۶ ق م میں مکمل ہو چکا تھا لیکن فصیل اور شہر ملبہ کا ڈھیر تھا، اور ''نحمیاہ'' کے دَور تک انہیں دربار ایرانی میں اتنا اثر ورسوخ حاصل نہیں ہوسکا تھا کہ شہر کی مضبوطی کے لئے تعمیرات کی اجازت ملتی۔

چنانچہ ''نحمیاہ'' نے تعمیر شہر اور تعمیر فصیل کی اجازت حاصل کرنے کی کوشش شروع کردی اور ایک روز جب شاہِ ایران ارتخششا (اردشیر اول) نشہ میں مست تھا درخواست کی، جو منظور ہوگئی۔

''اور نحمیاہ'' یروشلم کی تباہی کے ۱۴۳ سال بعد ۴۴۵ ق م میں شاہی اجازت نامہ کے ساتھ یروشلم پہنچا اور تعمیر فصیل کا کام فوراً شروع کردیا۔ بڑی بڑی رکاوٹوں اور مخالفتوں کے باوجود ۵۲ دن کے مختصر عرصے میں دیواریں شہر کی حفاظت کے قابل ہوگئیں۔

یہ فصیل پرانے سامان سے پرانی بنیادوں پر ہی اٹھائی گئی تھیں۔ اس کے بعد ایک طویل عرصہ تک یہاں امن وامان رہا اور شہر خوشحال ہوگیا۔

سکندر اعظم کا استقبال

جب سکندر اعظم نے ۳۳۲ ق م میں ''دارائے ایران'' کو شکست دی اور ''طائر'' اور ''غزہ'' کو فتح کرنے کے بعد ''یروشلم'' کی طرف بڑھا تو ''یروشلم'' کے یہودیوں نے مقابلہ کرنے کے بجائے شہر سے تین میل باہر جا کر اس کا استقبال کیا اور ''سکندر اعظم'' نے شہر کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ اخبار ''الطوال'' میں ہے کہ سکندر اعظم کا اسی شہر میں انتقال ہوا اور اس کی لاش کو سونے کے تابوت میں بند کر کے ''سکندریہ'' پہنچایا گیا۔

سکندر کی موت کے بعد

''سکندر'' کی موت کے بعد اس کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تو ''یروشلم'' مصر کے حکمرانوں کے حصے میں آیا تو اس دور میں بہت سے یہودی مصر کے دربار میں ملازم ہو گئے یہاں انہوں نے بہت جلد اثر ورسوخ اور اعتماد پیدا کر لیا۔

سکندر کا جنرل

۲۰۳ ق م میں ''انطوخیوس'' اعظم شامی نے ''یروشلم'' پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا، لیکن چار سال پھر ''سکندریہ'' کا جنرل ''سکوپس'' یروشلم پر قابض ہو گیا اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے شہر میں مستقل طور پر مصری فوج کی چھاؤنی قائم کر دی، لیکن شامی بادشاہ نے حملہ کر کے مصریوں کو شہر چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

یہودیوں نے مصریوں کو نکالنے میں ''انطوخیوس'' کی مدد کی تھی لیکن یہ بادشاہ یہودیوں کا دوست ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ اس نے یہودیوں کے داخلی انتشار کو اپنی اغراض کے لئے ہوا دی۔

● ۱۷۰ ق م میں ''اپی نین'' یونانی (ہیڈرین) نے اس شہر کو تباہ کیا، محلات جلا دئے عبادت گاہ کی تمام دولت لوٹ کر لے گیا، اور لوگوں کو ان کے مذہب سے منحرف کیا، جو شخص قانون الٰہی کی کتاب پڑھتا، اسے سخت سزا دی جاتی۔

مکابی کا غلبہ

یونانیوں کے اس ظلم وستم کے نتیجہ میں ایک خدا پرستار تحریک ''مکابی'' نے جنم لیا، اس نے تقریباً اسی ہزار یہودیوں کو تہ تیغ کیا۔ ''مکابی'' دراصل ایک کاہن تھا جس نے اپنے پانچ بیٹوں کی مدد سے یونانیوں کے خلاف بغاوت کی، اور کامیاب ہو کر شہر اور معبد سلیمانی کی حرمت کو بحال کیا۔ ''مکابی'' نے جشن فتح منایا۔ جس کی یاد یہود آج تک ''عید ہنوکہ'' کی صورت میں مناتے ہیں۔

۱۶۸ ق م میں ''اینطوخیوس'' مصری نے چڑھائی کر کے شہر کو فتح کر لیا۔ پھر ۶۵ ق م میں اندرونی جھگڑوں کی وجہ سے رومیوں نے مداخلت کی اور شہر کا حاکم ''ارسٹوبوس'' ہو گیا۔ مگر ''آرسٹوبوس'' کے خراج ادا نہ کرنے پر رومی جنرل پومپائی نے ۶۳ ق م میں شہر کا محاصرہ کر کے ہیکل کو تباہ کر دیا اور بارہ ہزار شہری اس کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

اس کے ۲۳ سال بعد تک بیت المقدس قدرے محفوظ رہا مگر ۴۰ ق م میں ''چارلیس سیر زانطی پیٹر'' نے ''پارتھین'' فوجوں کی مدد سے ''یروشلم'' پر قبضہ کر لیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ''ہیرود اعظم'' رومی شہنشاہ کے نائب کی حیثیت سے یہاں کا بادشاہ بنا، لیکن اسے اپنی سلطنت فتح کرنا پڑی اور پانچ دن کے محاصرہ کے بعد ''یروشلم'' میں داخل ہوسکا۔

اس کے بعد ''یروشلم'' کی تاریخ کا وہ دور شروع ہوا۔ جو ایک طرف اپنی عظمت اور دوسری طرف اپنے خوفناک جرائم کی وجہ سے مشہور ہے۔

''ہیرود اعظم'' کا دور

''ہیرود اعظم'' اپنے عہد میں بیت المقدس کی دوبارہ تعمیر کروائی اور ''ہیرود اعظم'' نے شہر کے چاروں طرف تیسری مرتبہ فصیل بنوائی اور ہیکل سلیمانی کو از سر نو عظمت بخشی۔ ''ہیرود'' نے شہر کی وادیوں میں تھیٹر، سیر گاہیں اور سرکس کے مقامات بھی تعمیر کئے۔

● ''کیپٹن وارن'' کی تحقیقات کے مطابق ''ہیرود'' کے وسیع شدہ ہیکل کا رقبہ تقریباً ایک ہزار مربع فٹ تھا۔ اور شان و شوکت میں حضرت سلیمانؑ کے ہیکل سے کسی طرح کم نہ تھا۔ اس نے ہیکل اپنی رعایا کے دل کو جیتنے کے لئے بنوایا تھا۔

لیکن وہ اپنی رعایا کا دل جیت نہ سکا۔ بلکہ قوم اس سے نفرت کرتی رہی اور یہودی علماء (ربیون) نے ہیکل کی تعمیر کے سلسلے میں کبھی ''ہیرود'' کی محنت و خدمت کا اعتراف نہیں کیا۔

''ہیرود'' کے کارنامے

''ہیرود'' نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح شہر میں فن تعمیر کے متعدد شاہکار قائم کرائے۔ شہر کے گرد فصیل بنوائی اور کوہ موریہ کو ہیکل سے زینت بخشی، لیکن ''ہیرود'' کی سرپرستی میں یہاں برائیوں کا خوب عروج ہوا۔

''ہیرود'' نے اپنی علاتی بھتیجی سے دوسری شادی کی تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اسے خلافِ شرع قرار دیتے ہوئے احتجاج کیا۔ ''ہیرود'' سے برداشت نہ ہوسکا اور اس نے حضرت یحییٰؑ کا سر کاٹ کر بیوی کو نذر کر دیا۔

اس کے عہد میں برائیاں اپنے عروج کو پہنچ گئی تھیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی موت کے ساتھ ہی سلطنت تین حصوں میں تقسیم ہوگئی۔

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش

مؤرخین کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ''ہیرود اعظم'' کے عہد میں پیدا ہوئے، جیسا کہ کہا گیا ہے وہ اہل روم کے تابع تھا جو یہودی نہ تھا بلکہ رومی تھا۔

یہودی اس کو غاصب سمجھتے تھے اس لئے اس سے ناخوش تھے۔ یہ شخص بڑا ظالم اور سفاک تھا۔

''جب ناصرہ میں حضرت عیسیٰؑ کے پیدا ہونے کی خبر ملی تو اس نے ان سب بچوں

کو قتل کروا دیا۔ جو دو سال یا اس سے چھوٹے تھے''۔ (متی ب ۱، ۱۷)

اور مرتے وقت اس خیال سے کہ لوگ اس کی موت کی خبر سن کر خوش ہوں گے یہ حکم دیا کہ شہر کے معززین اور سرداروں کو بلا کر ایک مکان میں بند کر دیا جائے اور اس کی وفات پر ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے تا کہ لوگ اس کی وفات پر خوشی منانے کے بجائے ان سرداروں کا سوگ منائیں۔

اس خونخوار شخص کی موت حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے تھوڑے عرصہ بعد واقع ہوئی۔

''یہودیہ'' کی سلطنت اس کے بیٹوں میں تقسیم ہوگئی، ''یہودیہ'' ملک شام کا ایک صوبہ بن گیا اور ''ارخلاؤس'' (اگرپا) اپنے باپ کی جگہ یہودیہ کا حکمران ہوا۔

عیسائی مؤرخین کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ انہیں بیت المقدس میں چار سال کی عمر میں لائیں تا کہ ہیکل میں خدا کے حضور نذر کریں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اس وقت شہر میں دو مذہبی گروہ ''فریسی'' اور ''فقیہہ'' تھے۔ ''فریسی'' قدیم یہودیت کی نمائندگی کرتے اور فقیہہ لبرل تھے اور اپنے اپنے عقائد میں دونوں گروہ متشدد تھے۔

ان کے علاوہ ایک تیسرا گروہ ان لوگوں کا تھا۔ جن میں مذہب کا فقدان تھا، جو انسانی حیات و جذبات کو اہمیت دیتا۔ عیش و عشرت کو مقصد زندگی سمجھتا اور بیت المقدس کے تھیٹروں اور کلبوں کی سرپرستی کرتا تھا۔

حضرت عیسیٰؑ کی نبوت

حضرت عیسیٰؑ چھوٹی عمر میں ہی بیت المقدس آئے اور لوگوں کے سامنے ''اللہ کا رسول'' ہونے کا دعویٰ پیش کیا تو لوگوں نے انہیں جھوٹا کہا۔ اس پر انہوں نے ہیکل کی طرف نگاہ اٹھائی اور اس کے تباہی کی خبر دیتے ہوئے کہا کہ اس کی ایک اینٹ بھی اپنی جگہ

نہیں رہے گی۔ پھر ناصرہ لوٹ گئے۔

دوبارہ سنہ ۲۹ء میں کئی مرتبہ انہوں نے یہاں کا دورہ کیا اور ہر بار یہودیوں کو دعوتِ حق دی لیکن انہوں نے ایمان لانے کے بجائے ستانا شروع کیا اور رومیوں کے ساتھ مل کر انہیں سولی پر چڑھانے کی سازش کی اس وقت ''پنطش پلاطس'' بیت المقدس کا حکمراں تھا۔ اس نے حضرت عیسیٰؑ پر الزام لگا دیا کہ وہ روم کے خلاف بغاوت پھیلا کر خود بادشاہ بننا چاہتے ہیں۔

● متی کی انجیل میں ہے کہ

''پنطش پلاطس'' یہودی کاہنوں کے پرزور اصرار پر کہ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب دینے کے مطالبے کو ماننے پر مجبور ہو گیا۔

اور حضرت عیسیٰؑ کو ۱۶ اپریل سنہ ۳۰ء کو عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق بیت المقدس میں صلیب پر چڑھا کر ہلاک کر دیا گیا، لیکن قرآن پاک نے حضرت عیسیٰؑ کو مصلوب کئے جانے کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ ''انہیں نہ قتل کیا گیا نہ مصلوب ہوئے بلکہ وہ (یہود) شبہ میں ڈال دئے گئے اور اللہ نے انہیں (حضرت عیسیٰؑ کو) اپنی طرف اٹھا لیا۔

یہود اپنے کو بالاتر سمجھتے ہیں

واقعات شاہد ہیں کہ یہود نے ہمیشہ خود کو دوسری اقوام سے اپنے آپ کو بالاتر اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کو گھٹیا (GOYTM) تصور کیا ہے۔ تالمود میں ہے کہ

''خدا نے یہود کو فرشتوں سے بہتر قرار دیا ہے، اور یہود اور غیر یہود میں وہی فرق ہے، جو انسان اور درندے میں ہے''۔

ان کا یہی ذہنی فتور بیت المقدس کی بار بار تباہی کا باعث بنا اور جس وقت قیصر روم کا نمائندہ ''قیصریہ'' ان پر حکومت کرتا تھا، وہ رومیوں سے بیزار تھے اور ہمیشہ ان کی حکومت سے آزاد ہونے کی فکر میں رہتے تھے۔

پولس (سینٹ پال) کا دور

اسی دوران سنہ ۳۴ء میں پولس (سینٹ پال) نے جو پہلے ''فریسی'' کاہنوں میں سے تھا، عیسائیت قبول کر لی اور بیت المقدس میں مسیحیت کی دعوت دینے لگا تو یہودیوں نے اسکو گرفتار کر کے حاکم قیصریہ کے پاس بھجوا دیا۔

● سنہ ۶۹ء میں بیت المقدس کے یہودیوں نے اپنے نسلی تفاخر کی آڑ میں ''الیعذر بن انانیاس'' کے کہنے پر قیصر کی نذر کو جو ہیکل میں چڑھانے کے لئے بھیجی گئی تھیں، رد کر دیا، یہ گویا قیصر روم کے خلاف ایک نئی بغاوت کا آغاز تھا۔

● ''ہیرود اعظم'' کے پڑپوتے ''اغریپا'' نے تین ہزار سوار بھیج کر اس سرکشی کو دبانا چاہا لیکن یہودیوں نے تمام رومی فوجی ہلاک کر دیئے۔ اس کی خبر قیصر روم کے نائب حاکم ''شام کستی اوس'' کو پہنچی تو وہ بغاوت کو کچلنے کے لئے بیت المقدس کی طرف بڑھا، لیکن ابھی وہ شہر سے چھ میل کے فاصلے پر تھا کہ یہودیوں نے اس پر اچانک حملہ کر کے پانچ سو رومیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

● ''کستی اوس'' مشتعل ہو گیا۔ اس نے تیزی سے شہر کی جانب کوچ کیا اور مضافات کے بعض حصوں کو نذر آتش کر کے ''ہیرود اعظم'' کے محل کے سامنے خیمے گاڑ دیئے۔

لیکن وہ زبردست نقصان اٹھانے کے بعد پسپا ہونے پر مجبور ہوا۔ اس پسپائی کی خبر قیصر روم کو ملی تو اس نے مشہور رومی جرنیل اور شاہ اسپین کے بیٹے ''طیطس'' (TITUS) کو ''یروشلم'' بھیجا۔

''طیطس'' کا محاصرہ

''طیطس'' نے شہر کا محاصرہ کر لیا، جو ایک ماہ تک جاری رہا۔ یہودی بڑی بے جگری سے لڑے، لیکن کامیابی ''طیطس'' کے قدموں میں لوٹ رہی تھی، ۱۹ اگست سنہ ۷۰ء کو وہ شہر میں داخل ہو گیا اور جب رومی سپاہی، یہودیوں کا تعاقب کرتے ہوئے ہیکل کے

اندرونی صحن میں داخل ہوئے تو ایک یہودی نے جلتی ہوئی مشعل ہیکل کے اندر پھینک دی جس سے ہیکل میں آگ بھڑک اٹھی جو ''طیطس'' رومی کی کوششوں کے باوجود بجھ نہ سکی اور ہیکل جل کر راکھ ہوگیا۔

اتفاق سے یہ وہی دن تھا جس روز چھ سو سال پہلے بابل نے ہیکل سلیمانی کو برباد کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس دفعہ بربادی خود یہودیوں کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

ہیکل کی تباہی

رومیوں نے جب ہیکل کو راکھ ہوتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے عمارت کے باقی حصہ کو بھی آگ لگا دی۔ ہیکل کا خزانہ جس میں بے شمار قیمتی چیزیں، لباس اور زیورات بلکہ قوم یہود کا تمام مال و دولت جمع تھا۔ جل کر خاک ہوگیا۔

اب صرف بیرونی حصے کے حجرے باقی تھے، جن میں چھ ہزار سے زیادہ عورتیں اور بچے تھے اور مرد حفاظت کے خیال سے جمع تھے لیکن پیشتر اس کے کہ ''طیطس'' کوئی حکم دیتا سپاہیوں نے اس کو بھی نذر آتش کر دیا۔ اور وہ سب کے سب وہیں جل کر مر گئے۔

جو لوگ قتل سے بچ گئے تھے، وہ غلامی میں فروخت ہوئے فوج کی تعداد کئی ہزار تھی۔ اس کے بعد شہر ''طیطس'' کے حکم سے بالکل زمین کے ہموار کر دیا گیا۔

۱۳۶ء میں رومی شہنشاہ ''ہیڈرین'' نے اسے دوبارہ آباد کیا اور شہر کا نام پہلے ''ایلیا'' اور پھر ''کپی ٹولینا'' قرار دیا۔

آریجن کا دور

یہاں مسیحیت کا آغاز ۲۲۸ء میں ''آریجن'' کے دورہ فلسطین سے ہوا تھا اور اس دور میں بہت سے عیسائی پہاڑ اور غاروں میں چھپ گئے تھے، مگر جب قیصر روم ''سطنطین'' نے عیسائیت قبول کر لی، اور رومی سلطنت کے داخلی جھگڑوں سے تنگ آ کر

آبنائے فاسفورس کے قریب نیا شہر قسطنطنیہ آباد کر کے، اسے اپنا دارالحکومت بنا لیا، تو عیسائیوں کا یہ دورِ ابتلاء ختم ہوگیا۔ اسی قسطنطین نے ۳۲۶ء میں بیت المقدس کو عیسائی ریاست میں شامل کر کے یہاں مشہد MARTYRION اور کلیسائے نشور (CHURCH OF RESURRECTION) تعمیر کرایا۔

اس دور میں ہزاروں عیسائی یورپ کے مختلف ملکوں سے زیارت کے لئے یہاں آنے لگے۔ جن کے لئے مسافر خانے تعمیر ہوئے اور پورا شہر عیسائی ہوگیا۔ عیسائی روایت کرتے ہیں۔

صلیب کی برآمدگی

قیصر ''قسطنطین'' کی ماں ''ہیلنا'' نے خواب دیکھا کہ ''کیلوری'' کی پہاڑی میں وہ صلیب دفن ہے جس پر مسیح کو مصلوب کیا گیا تھا۔

چنانچہ اس پہاڑی کی کھدائی کر کے وہ صلیب برآمد کی گئی اور سونے چاندی سے منڈھ کر اس کو جواہرات سے آراستہ کر کے ''یروشلم'' کے بڑے کلیسا میں سجا دیا گیا۔

● عیسائی مؤرخین کا بیان ہے کہ قسطنطین (CONSTENTINE) انتہائی ظالم تھا اس نے اپنی بیوی، بچے اور خسر کو گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا تھا۔

● ۳۹۵ء میں تھیوڈوسیس (THEODOSIUS) شاہِ روما نے اپنی سلطنت اپنے دونوں بیٹوں میں تقسیم کی تو ''بیت المقدس'' روم کی مشرقی سلطنت کا حصہ بنا۔ اس وقت تک یہ شہر عالم مسیحیت کی عقیدت و ارادت کا مرکز قرار پا چکا تھا، لیکن خوشحالی کے ساتھ ساتھ اہل شہر بالعموم اور یہود بالخصوص عیش و عشرت میں ڈوب چکے تھے۔

● ۴۳۷ء سے مسلسل ایک صدی تک یہود کی وجہ سے شہر میں حرام کاری اور بدکاری عروج پر رہی اور شہنشاہ ''ہرکولیس'' نے ساتویں صدی کے اوائل میں یہود کو بیت المقدس سے نکال دیا۔

چنانچہ یہود نے ''ہرکولیس'' (ہرقل) کے مقابلے میں ایران کی حمایت کی اور ۶۱۴ء میں ایران وروم کی کش مکش میں جو تقریباً ایک صدی سے جاری تھی خسرو ثانی شاہِ ایران ''بیت المقدس'' پر قبضہ کرلیا۔ ایک روایت کے مطابق ایرانی فوج نے بیس ہزار عیسائیوں کو تہ تیغ کیا اور یہودیوں پر مظالم کا بدلہ لیا۔ کلیسا کے خزانوں پر قبضہ کر کے بڑے پادریوں کو قید کرلیا۔

ابتدائے اسلام میں بیت المقدس

چودہ برس بعد روم کے ''شاہ ہرقل'' نے عیسائیوں کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے حملہ کیا اور خسرو شاہِ ایران کی فوجوں کو شکست دی اور اصلی صلیب کو ''یروشلم'' لے گیا، اور یہودیوں کو فلسطین سے نکال باہر کیا۔

اس وقت عرب میں آفتاب نبوت ظاہر ہو چکا تھا اور فتح روم کی شہادت مل چکی تھی۔ جس کی سورہ الروم میں بشارت موجود ہے۔

سردارانِ عرب ایران سے دلچسپی رکھتے تھے اس لئے فتح کے خواہش مند تھے۔ اور مسلمان رومیوں کے فتح ہو کے خواہش مند تھے، اس لئے سرداران عرب رومیوں کے فتح کی بات کرنے والے مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑایا کرتے تھے، کہ ''ایرانیوں'' پر ''رومی'' کبھی بھی فتح حاصل ہی نہیں کر سکتے، لیکن کچھ عرصہ بعد جب روم کے لشکر کامیاب اور ایرانی ناکام ہوئے تو ان کے حوصلے پست ہو گئے۔

شہادت قرآن

اسلام میں بیت المقدس کے ابتدائی دور کی کیفیت کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝٢ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝٣
فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ
الْمُؤْمِنُوْنَ ۝٤ (سورہ روم: ۲، ۳، ۴)

ترجمہ: ''مغلوب ہو گئے رومی، (عرب سے) قریب ترین سرزمین (شام وغیرہ میں) اور وہ اپنے بعد مغلوب ہونے کے، جلد ہی غالب ہو جائیں گے، چند سالوں میں اللہ ہی کے لئے ہے سارا اختیار، پہلے بھی اور بعد میں بھی اور وہ دن ہوگا، جبکہ خوش ہوں گے مومن''۔

فائدہ: ان آیات میں قرآن نے ایک عجیب وغریب پیشین گوئی کی جو اس کی صداقت کی عظیم الشان دلیل ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ کی بڑی بھاری دو سلطنتیں ''فارس'' جسے ایران کہتے ہیں اور ''روم'' کے نصاریٰ مدت دراز سے آپس میں ٹکراتی چلی آئی تھیں۔

● ۶۰۲ء سے لے کر ۶۱۴ء کے بعد تک ان کی حریفانہ نبرد آزمائیوں کا سلسلہ جاری رہا جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کی تصریحات سے ظاہر ہے۔

۵۷۰ء میں نبی کریم ﷺ کی ولادت اور چالیس سال بعد ۶۱۰ء میں آپ ﷺ کی بعثت ہوئی۔ مکہ والوں میں جنگ روم اور فارس کے متعلق خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔

اسی دوران نبی کریم ﷺ کے دعوئے نبوت اور اسلامی تحریک نے ان لوگوں کے لئے ان جنگی خبروں میں ایک خاص دلچسپی پیدا کر دی بھی۔

''فارس'' کے ''آتش پرست'' مجوس کو مشرکین مکہ مذہباً اپنے سے قریب سمجھتے تھے۔ اور روم کے نصاریٰ اہلِ کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے بھائی یا کم از کم ان کے قریبی دوست قرار دیئے جاتے تھے۔

جب فارس کے غلبہ کی خبر آتی مشرکین مکہ خوش ہوتے اور اس سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے غلبہ کی فال لیتے اور خوش آئند توقعات باندھتے تھے مسلمانوں کو بھی طبعاً صدمہ ہوتا تھا کہ عیسائی اہلِ کتاب آتش پرست مجوسیوں سے مغلوب ہوں۔

روم سے اہل کتاب کی شکست

سنہ ۶۱۴ء کے بعد (جبکہ ولادِ نبوی کو قمری حساب سے تقریباً پینتالیس سال اور بعثت کے پانچ سال گذر چکے) خسرو پرویز (خسرو ثانی) کے عہد میں فارس نے روم کو ایک فیصلہ کن شکست دی۔

شام مصر، ''ایشائے کوچک'' وغیرہ سب ممالک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ ہرقل قیصر روم کو ایرانی لشکر نے قسطنطنیہ میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کردیا اور رومیوں کا دارالسلطنت بھی خطرہ میں پڑ گیا، بڑے بڑے پادری قتل یا قید ہوگئے۔ بیت المقدس سے عیسائیوں کی سب سے زیادہ مقدس صلیب بھی ایرانی فاتحین لے گئے۔ قیصر روم کا اقتدار بالکل ختم ہوگیا۔

بظاہر اسبابی کوئی صورت ''روم'' کے ابھرنے اور ایرانی یعنی ''فارس'' کے تسلط سے نکلنے کی باقی نہ رہی۔ یہ حالات دیکھ کر مشرکین مکہ نے خوب خوشیاں منائیں۔

ایرانی مجوسیوں یعنی ''فارس'' کے ساتھ مشرکین کی ہمدردی

مشرکین بڑے بڑے حوصلے اور توقعات قائم کرنے لگے بعض مشرکین نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ آج ہمارے بھائی ایرانیوں نے تمہارے بھائی رومیوں کو مٹادیا ہے کل ہم تم کو بھی اسی طرح مٹادیں گے۔

اس وقت قرآن نے اسباب ظاہری کے بالکل خلاف عام اعلان کردیا کہ بیشک اس وقت رومی لوگ ''فارس'' سے مغلوب ہوگئے ہیں۔ لیکن تقریباً نو سال کے اندر اندر وہ پھر غالب ہوں گے۔

حضرت ابوبکرؓ کی شرط

اسی پیشینگوئی کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بعض مشرکین سے شرط لگالی

(اس وقت تک ایسی شرط لگانا حرام نہ تھی) کہ اگر اتنے سال تک رومی غالب نہ ہوئے تو میں سو اونٹ تم کو دوں گا ورنہ اتنے ہی اونٹ تم مجھ کو دو گے۔

شروع میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی رائے سے ''بضع سنین'' کی میعاد کچھ کم رکھی تھی۔ بعد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے ''بضع'' کے لغوی مدلول یعنی نو سال پر معاہدہ ہوا۔

ادھر ''ہرقل'' قیصر روم نے اپنے زائل شدہ اقتدار کو واپس لینے کا تہیہ کرلیا اور منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو ''فارس'' پر فتح دی تو ''حمیص'' سے پیدل چل کر ''ایلیا'' (بیت المقدس) تک پہنچونگا۔

بدر کے دن رومی اہل کتاب کا غلبہ

خدا کی قدرت ایسی کہ قرآنی پیشینگوئی کے مطابق ٹھیک نو سال کے اندر (یعنی ہجرت کا ایک سال گزرنے پر) عین بدر کے دن جبکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے فضل سے مشرکین پر نمایاں فتح ونصرت حاصل ہونے کی خوشیاں منارہے تھے۔ یہ خبر سن کر اور زیادہ مسرور ہوئے کہ رومی اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ نے ایران کے مجوسیوں پر غالب فرمایا۔ اور اس ضمن میں مشرکین کو مزید خسران نصیب ہوا۔

قرآن کی اس عظیم الشان اور محیر العقول پیشینگوئی کی صداقت کا مشاہدہ کرکے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور حضرت ابوبکرؓ نے سو اونٹ مشرکین مکہ سے وصول کرلئے جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ انہیں صدقہ کردیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چھ سال بعد یعنی 638ء میں مسلمان فتح کرتے ہوئے ''یروشلم'' پہنچ گئے اس وقت یہاں عیسائیوں کی حکومت تھی جو مسلمانوں کی فوج سے خائف ہوکر قلعہ بند ہوگئے تھے اور صلح کے لئے شرط یہ رکھی تھی کہ اگر مسلمانوں کے خلیفہ خود

آئیں (جن کی پیشن گوئی ان کی کتابوں میں موجود تھی) تو وہ اس کی چابھی ان کے حوالے کردیں گے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ کو جب یہ اطلاع ملی تو حضرت عمرؓ خود وہاں تشریف لائے اور عیسائیوں سے معاہدہ کیا اور پورا علاقہ اسلامی حکومت کے ماتحت آ گیا۔

حضرت عمرؓ نے اہل ایلیا سے معاہدہ کیا کہ ''اہل ایلیا'' کی جان مال گرجا اور صلیبوں کی حفاظت کی جائے گی اور سبھی مذہب کے لوگوں کو ان کے مذہب کے مطابق عمل کا اختیار ہوگا، اور ان کے کسی طرح کی دینی معاملات میں کوئی مداخلت نہ کی جائے گی یعنی ان کو مکمل امان اور آزادی ہوگی۔۔۔۔۔

حضرت عمرؓ کے لیے اہل قُدس نے بیت المقدس کے دروازے کھول دئے، اور حضرت عمرؓ نے محراب داؤد میں دو رکعت نماز ادا کی، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے خلافت کے زمانے میں مسجد اقصیٰ کی نو تعمیر کی۔

پھر اسی جگہ بنو امیہ کے خلیفہ ''عبدالملک بن مروان'' نے مزید اضافہ کے ساتھ ایک بڑی مسجد کی تعمیر کروائی جس میں حضرت عمرؓ کی مسجد بھی آ گئی جو آج تک موجود ہے البتہ ہر زمانے کے بادشاہ اس کی مرمت کا کام کرواتے رہے۔

1099ء میں عیسائیوں نے جنہیں صلیبی افواج کہا جاتا ہے ''یروشلم'' پر حملہ کر دیا اور ''یروشلم'' پر قبضہ کر کے کئی ہزار مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

اس کے بعد نورالدین زنگیؒ نے مسجد اقصیٰ کے لئے ایک بہترین لکڑی کا ممبر بنوایا تا کہ اس کو مسجد اقصیٰ میں نسب کیا جا سکے۔ آپ نے مسجد اقصیٰ کے لئے مستقل جدو جہد کی لیکن اس مبارک ارادہ سے پہلے ہی آپ کی وفات ہوگئی۔

اس کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے صلیبی دور میں جنگ کی اور 1187ء کو یروشلم فتح کرنے کے بعد مسجد اقصیٰ میں اس خوبصورت ممبر کو نسب کروایا۔

پھر ''سلطان صلاح الدین ایوبیؒ'' یہاں متواتر 14 سال تک عیسائیوں کے ساتھ جہاد میں مصروف رہے جس کے نتیجے میں ''شام'' کے تمام علاقے فتح ہوگئے۔

اس وقت تک اردن کے مسلمانوں کے پاس ایک انچ بھی زمین نہیں تھی لیکن ستمبر 1192ء میں جب رملہ پر صلح ہوئی تو ''صور'' سے لیکر ''یافہ'' کے ساحل تک پورا ملک مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا تھا۔

سلطان نے عیسائیوں سے معمولی فدیہ لیکر احترام کے ساتھ انہیں نکلنے کا حکم دیا لیکن انہیں زیارت کی اجازت باقی رکھی، پھر زندگی کے آخری ایام میں سلطان دمشق چلے گئے۔

مگر عیسائی برابر کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ 1517ء میں عثمانیہ سلطنت کے سلطان سلیم اول نے فتح کر کے یروشلم کو اپنے میں ملالیا، جو 1517ء تک سلطنت عثمانیہ کا حصہ رہا جس میں یہاں خوب ترقی ہوئی۔

سلطنت عثمانیہ

سلطنت عثمانیہ ہی کے زمانہ میں یہودیوں نے اپنی ایک الگ ریاست بنانے کا منصوبہ بنالیا تھا، مگر ''سلطنت عثمانیہ'' کے آخری ''سلطان عبدالحمید ثانی'' کے نام سے جنہیں تاریخ جانتی ہے ان کے زمانے میں یہود کامیاب نہ ہوسکے، اور 1917ء میں عبدالحمید ثانی کے بعد ''سلطنت عثمانیہ'' کمزور ہوگئی جس کی وجہ سے 1917ء میں برٹش امپائر نے ''سلطنت عثمانیہ'' کے اس حصے پر قبضہ کرلیا پھر اگلے تین دہائی تک ''یروشلم'' کا پورا علاقہ ''برٹش ایمپائر'' کے ماتحت رہا، جس میں پوری دنیا سے یہودی الگ الگ جگہوں سے بلا کر یہاں آباد کئے گئے۔ اس کے بعد 1947ء میں ''یونائیٹیڈ نیشن'' کی طرف سے اس کے تقسیم کی منظوری مل گئی جس کے مطابق آدھا حصہ فلسطینیوں کو اور آدھا حصہ یہودیوں کو تقسیم کر دیا گیا۔

فصل دوم

یہودیوں کے فلسطین میں قیام

کا

مختصر پس منظر

یہودیوں کے فلسطین میں قیام کا پس منظر

۲ نومبر ۱۹۱۷ء کو بال فورڈ کلیریشن (Balfour Declaration) پیش کیا گیا، یہ ایک خط تھا جو برٹش فارین سیکریٹری کے ذمہ دار ”آرتھر جیمس فال فور“ کی طرف سے ”راتھ چائلڈ“ کو یہودیوں کے فلسطین میں قیام کے سپورٹ میں لکھا گیا جس کے الفاظ اس طرح تھے:

”یعنی یہودی چاہے جس ملک میں رہتا ہو، چاہے جو زبان بولتا ہو اور چاہے جب سے رہتا ہو وہ ایک قوم ہے اسے واپس آنے کا حق حاصل ہے“:

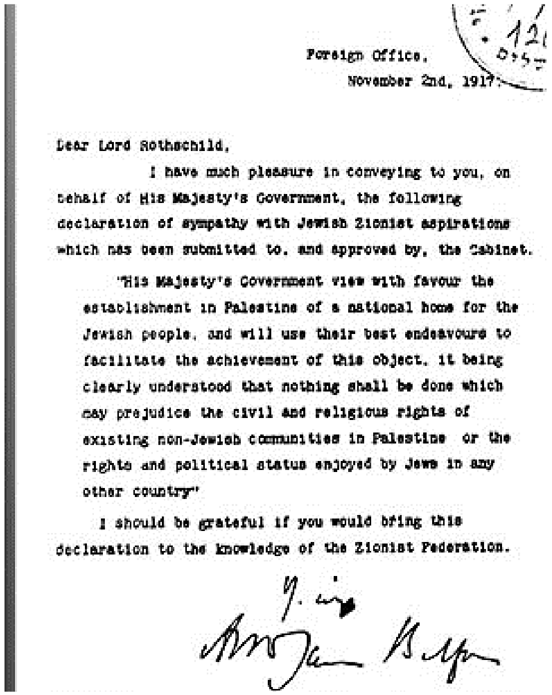

Foreign Office,
November 2nd, 1917.

Dear Lord Rothschild,

I have much pleasure in conveying to you, on behalf of His Majesty's Government, the following declaration of sympathy with Jewish Zionist aspirations which has been submitted to, and approved by, the Cabinet.

"His Majesty's Government view with favour the establishment in Palestine of a national home for the Jewish people, and will use their best endeavours to facilitate the achievement of this object, it being clearly understood that nothing shall be done which may prejudice the civil and religious rights of existing non-Jewish communities in Palestine, or the rights and political status enjoyed by Jews in any other country"

I should be grateful if you would bring this declaration to the knowledge of the Zionist Federation.

اس معاہدے کے بعد پوری دنیا میں یہودی جہاں بھی تھے وہ کھل کر سامنے آ گئے اور فلسطین کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دیا۔ اس معاہدے کی اصل تصویر دیکھی جا سکتی ہے۔

یروشلم پر قبضہ

۱۹۱۷ء میں برٹش جنوبی فلسطین میں داخل ہوئے اور انہوں نے یروشلم پر قبضہ کر لیا۔ جرمن اور ترکی کی فوجیں بتدریج شمالی فلسطین اور شام کی طرف ہٹ گئیں، فلسطین برطانیہ کے قبضہ میں آ گیا اور اس اعلان کے بعد پوری دنیا سے یہودیوں کے مسلسل ہجرت کی وجہ سے ۱۹۳۹ء تک ان کی تعداد تقریباً چار لاکھ کے قریب ہو چکی تھی، عام عرب باشندے یہودیوں کی آبادی بڑھنے سے خائف ہونے لگے۔

صیہونیت کا دوسرا مرحلہ

۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کا دور "تحریک صیہونیت" کا ایک بڑا مرحلہ تھا۔ یہودیوں نے جو مجلس دفاع قائم کی تھی وہ عربوں پر حملے کر کے ان کا صفایا کر رہی تھی اور مختلف علاقوں میں ہونے والے فسادات نے نازک صورت اختیار کر لی تھی جس کے بعد نومبر ۱۹۴۷ء میں برطانیہ نے فلسطین کا مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش کیا۔

چنانچہ جنرل اسمبلی میں فلسطین کو دو حصوں میں یعنی ایک حصہ عربوں اور دوسرا حصہ یہودیوں کے درمیان تقسیم کرنے کے لئے ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء میں فلسطین کو دو آزاد ریاستوں میں تقسیم کرنے کی سفارش کی گئی۔

اس فیصلے کے بعد یہودیوں کی دہشت پسند سرگرمیاں مزید تیز ہو گئیں انہوں نے قتل و غارت اور سفاکی کے ذریعے ملک کے اکثر علاقے پر اپنا قبضہ کرنا شروع کر دیا اور ۱۹۴۸ء میں برطانوی قبضہ فلسطین سے ختم ہو گیا۔ ساتھ ہی ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو اسرائیل کی ریاست کے قیام کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا جسے روس اور امریکہ نے فوراً تسلیم کر لیا۔

عربوں کی ناپسندیدگی

فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کرنا عربوں کو پسند نہ آیا تو عربوں نے اسرائیل کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا مگر "اسرائیل" کے ساتھ 'یوروپین ملکوں' کی مدد تھی جس وجہ سے عرب ملک جنگ میں کامیاب نہ ہو سکے۔

اس طرح 1967ء میں عربوں سے جنگ ہوئی جس میں اسرائیل نے باقی حصے کے ساتھ مسجد اقصیٰ پر بھی قبضہ کر لیا اور 1947ء کے "یونائیٹڈ نیشن" کی طرف سے کی گئی تقسیم کو پامال کر دیا جس کی وجہ سے آج بھی دنیا بھر کے لوگ اسرائیل کے قبضے کو غلط تسلیم کرتے ہیں، لیکن "اسرائیل" نے نہ صرف "یروشلم" پر بلکہ فلسطین کے اکثر حصے پر اپنا قبضہ کر لیا ہے۔

بیت المقدس کی مسلمانوں کے لئے اہمیت

بیت المقدس کی اہمیت رسول کریم ﷺ کے سفر معراج میں نماز پڑھانے کی وجہ سے بھی اہم ہے اور آپ ﷺ نے جن تین مقامات پر زیارت کا حکم دیا ہے اس میں سے ایک مسجد حرام اور مسجد نبوی کے ساتھ مسجد اقصیٰ کا بھی ذکر فرمایا ہے اور آخر دور کی کئی پیشین گوئیاں بھی یہاں سے وابستہ ہیں اس لئے مسجد اقصیٰ سے مسلمان کبھی بری نہیں ہو سکتے۔

مسجد اقصیٰ کا حق۔

یہودیوں کا اسرار ہے کہ مسجد اقصیٰ پر ان کا حق ہے وہ چاہتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ کو منہدم کر کے وہاں اپنا "ہیکل سلیمانی"، یعنی "سولومن ٹیمپل" کی تعمیر کریں ان کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہاں عبادت خانہ تعمیر کروایا تھا۔ لہٰذا ہم اس کے حقدار ہیں، لیکن یہ بات دلائل کی روشنی میں باطل ہے۔

یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہم اس کے حقدار ہیں یہ بات بالکل غلط اس لئے ہے کہ۔۔

۱۔ یہودی فلسطین کے اصل باشندے نہیں ہیں یہاں کے اصل باشندے عربی کنعانی

تھے۔ یہودی ''یروشلم کے باہر سے آ کر یہاں غاصبانہ قبضہ کیا ہے۔

۲۔حضرت داؤدؑ یا حضرت سلیمانؑ نے کوئی مخصوص یہودی عبادت خانہ یروشلم میں تعمیر نہیں کروایا تھا، بلکہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلمانؑ نے اسی جگہ معبد کی تعمیر کروائی تھی جس جگہ فرشتوں نے اور پھر حضرت آدمؑ نے بنیاد رکھی تھی حضرت ابراہیمؑ نے بھی تعمیر کروائی تھی۔اسی بنیاد پر اسی جگہ حضرت داؤدؑ وحضرت سلیمانؑ نے بھی تعمیر کی، اگر یہ لوگ کسی دوسری جگہ تعمیر کرتے تب ان کا حق سمجھا جا سکتا تھا۔

یعنی حضرت آدمؑ نے جو تعمیر کی تھی اسی جگہ مسجد اقصٰی قائم ہے۔اس لئے اس کے اصل حقدار صرف مسلمان ہیں۔ کیونکہ حضرت آدمؑ ،حضرت ابراھیمؑ ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ توحید پرست تھے۔اس لئے یہود کا کوئی حق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ مسجد اقصیٰ کی امت مسلمہ کو حفاظت اور آباد رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

والسلام

دعاؤں کا طالب

محمد سرور فاروقی ندوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۲۶/۱۲/۲۰۲۳ء

مراجع

(١) القضية الفلسطينية (خلفياتها و تطوراتها حتى سنة ٢٠٠١م / د/محسن محمد صالح، مركز الإعلام العربي، الجيزة، مصر، ٢٠٠٢م)

(٢) تاريخ مدينة القدس (رفيق النشتة وإسماعيل ياغي، عمان، دار الكرمل، 1984م)

(٣) فلسطين تاريخاً وعبرة ومصيرًا (شفيق الرشيدات، مركز دراسات الوحدة العربية، بيروت، 1981م)

(٤) تاریخ بنی اسرائیل (ڈاکٹر مسعود الحسن خان روحیلہ)

(٥) تاريخ فلسطين الحديث (عبد الوهاب الكيالي، بيروت، المؤسسة العربية للدراسات والنشر، 1985)

(٦) فلسطين والانتداب البريطاني 1922-1939م (كامل خلة، ليبيا، 1982)

(٧) تاریخ بنی اسرائیل (مولوی محمد عبد الحق)

(٨) الموسوعة الفلسطينية (إشراف: أحمد المرعشلي، دمشق، 1948م)

(٩) فلسطين بلاهوية (صلاح خلف، عمان، دار الجليل للنشر، 1996م)

(١٠) ملف وثائق فلسطين "موف" (الهيئة المصرية العامة للاستعلامات، 241)

(١١) گریٹر اسرائیل (توصیف احمد خان)

(١٢) البعد الدينى فى السياسة الأمريكية تجاه الصراع العربى الإسرائيلى (د/يوسف الحسن، مركز دراسات الوحدة العربية، بيروت، 1990م)

(١٣) تقييم سياسى لمقررات كامب ديفيه (محمد إبراهيم كامل، بيروت، مؤسسة الرسالة 1997)

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی کی تصانیف

اردو کتابیں

۱۔معانی قرآن الکریم (لفظی رواں ترجمہ ومختصر تفسیر)
۲۔معانی القرآن الکریم (لفظی ترتیب کے اعتبار سے رواں اردو ترجمہ)
۳۔تشریح لغات القرآن الکریم (حصہ اول) (حصہ دوم) (حصہ سوم)
۴۔تشریح لغات القرآن الکریم (پہلا پارہ)
۵۔غیر عربی رسم الخط (فانٹ) میں قرآن کی اشاعت
۶۔ہندوستان میں قرآن کے ترجمے وتفاسیر کا مختصر تعارف
۷۔تفسیر کا بنیادی ماخذ اور مفسر کی خصوصیت
۸۔قرآن میں انسان کا مقام اور اس کا اعلیٰ مقصد
۹۔قرآن کی نصیحتیں اور اس کا تاثر
۱۰۔قرآن کے مثالی نمونے اور لازوال معجزہ
۱۱۔کلمۂ طیبہ کی حقیقت اور اس کے تقاضے
۱۲۔اللہ تعالیٰ کا تعارف اور کلمۂ شہادت کے فضائل
۱۳۔کائنات کے عجائبات اور انسان کا اللہ سے تعلق
۱۴۔حضرت محمدو اور جزیرہ عرب
۱۵۔رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے انمول موتی
۱۶۔رسول اللہ ﷺ کی صفات احادیث کی روشنی میں
۱۷۔رسول اکرم ﷺ کے کریمانی اخلاق اور آپ ﷺ کی سیرت
۱۸۔رسول اللہ ﷺ کی مختصر سیرت (مستند کتب کی روشنی میں)
۱۹۔رسول کریم ﷺ کی ازواج مطہرات
۲۰۔رسول کریم ﷺ کے بیٹے اور بیٹیاں
۲۱۔رسول کریم ﷺ کے رشتے کی اہم صحابیات
۲۲۔وفات سے پہلے رسول کریم ﷺ کی امت کو نصیحتیں
۲۳۔رسول کریم ﷺ کی حیات کے اہم واقعات سنہ عیسوی کے اعتبار سے
۲۴۔رسول کریم ﷺ کی مکی ومدنی دور (دعوتی پس منظر میں)
۲۵۔رسول کریم ﷺ کا حلیہ مبارک اور آپ ﷺ کی سنتیں
۲۶۔رسول کریم ﷺ کا حلیہ مبارک اور آپ ﷺ کی سنتیں
۲۷۔رسول کریم ﷺ کی تین سو پینسٹھ نصیحتیں
۲۸۔مستند مسنون دعائیں
۲۹۔دعا کی قبولیت کے اوقات وآداب اور دعا مانگنے کا طریقہ
۳۰۔رسول کریم ﷺ کے حج کرنے کا طریقہ
۳۱۔حج وعمرہ کا آسان طریقہ (پاکیٹ سائز)
۳۲۔عمرہ کا آسان طریقہ
۳۳۔زکوٰۃ اور مصارف زکوٰۃ
۳۴۔جنت کے حالات اور جنت کی نعمتوں کا ذکر
۳۵۔جہنم کے حالات اور جہنمی
۳۶۔اعمال صالحہ (حقوق اللہ)
۳۷۔اعمال صالحہ (حقوق العباد)
۳۸۔مسافر اور سفر کے مسائل
۳۹۔داڑھی کی اہمیت شریعت کی روشنی میں
۴۰۔روزہ، تراویح، صدقہ اور اعتکاف کے احکام ومسائل
۴۱۔اسلامی قانون وراثت اور میراث کی تقسیم
۴۲۔حرام، حلال اور مباح چیزوں کا ذکر قرآن وسنت کی روشنی میں
۴۳۔صدقۂ فطر اور عقیقہ سے متعلق مسائل
۴۴۔عید اور قربانی کی حقیقت اور اس سے متعلق مسائل
۴۵۔اسلامی کوئز (سوال وجواب کی روشنی میں)
۴۶۔طلاق کا اسلامی طریقہ
۴۷۔میت سے متعلق مسائل
۴۸۔نصف شعبان کی حقیقت شریعت کی روشنی میں
۴۹۔محرم کی حقیقت اور عاشوراء کے واقعات، اسلامی جنتری اور اعمال
۵۰۔رسول اللہ ﷺ کی تجویز کردہ دعائیں اور علاج
۵۱۔مسلمانوں کے فرقے اور ان کے عقائد
۵۲۔شیعہ اور خوارج کا مختصر تعارف
۵۳۔اولاد کی تعلیم وتربیت (علماء نفسیات کے تجربات کی روشنی میں)
۵۴۔قیامت تک کے فتنے
۵۵۔جنات وشیاطین کا تعارف اور معالج کی صفات
۵۶۔اسلام میں تجارت کا طریقہ
۵۷۔اسلام کا زرعی نظام شریعت کی روشنی میں
۵۸۔نبیوں وصحابہ کا ذریعہ معاش اور صنعت وحرفت کی تعلیم
۵۹۔اسلامی معاشیات ومساوات کا تقابلی جائزہ
۶۰۔اللہ کی طرف سے رزق کی تقسیم اور کمزور طبقے کی کفالت
۶۱۔قرآن کے مطابق دولت کا استعمال
۶۲۔عطیات قدرت اور دولت کی پیدائش
۶۳۔اسلامی پردہ اور آزاد معاشرے کی بربادی
۶۴۔اعمال کو باطل کرنے والی چیزیں اور نیت کی اہمیت
۶۵۔مسلم پرسنل لاء اور یکساں سول کوڈ

۶۶۔یوم آزادی اور یوم جمہوریہ کی مختصر تاریخ
۶۷۔یوم آزادی اور یوم جمہوریہ کی مختصر تاریخ
۶۸۔دارارقم کا احسان انسانی دنیا پر
۶۹۔پیام امن اور اس کے تقاضے
۷۰۔تعداد ازدواج اور اسلام (مذاہب عالم کی روشنی میں)
۷۱۔اسلام میں عورت کا مقام اور مختلف تہذیب ومذاہب کے تناظر میں
۷۲۔مدارس اسلامیہ کے نصاب کا تاریخی جائزہ اور ہندی زبان کی ضرورت
۷۳۔نبیوں کی سیرت یعنی قصص الانبیاء (دعوتی پس منظر میں)
۷۴۔سیرت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور نظام خلافت
۷۵۔سیرت حضرت عمر بن الخطابؓ اور نظام خلافت
۷۶۔سیرت حضرت عثمان بن عفانؓ اور نظام خلافت
۷۷۔سیرت حضرت علیؓ اور نظام خلافت
۷۸۔حضرت حسن وحسینؓ کا مختصر تعارف
۷۹۔حضرت امیر معاویہؓ کا مختصر تعارف
۸۰۔چار صحابۂ کرام کا مختصر تذکرہ
۸۱۔پانچ صحابۂ کرام کا مختصر تذکرہ
۸۲۔چھ صحابۂ کرام کا مختصر تذکرہ
۸۳۔سات صحابۂ کرام کا مختصر تذکرہ
۸۴۔آٹھ صحابۂ کرام کا مختصر تذکرہ
۸۵۔دس صحابۂ کرام کا مختصر تذکرہ
۸۶۔بارہ صحابۂ کرام کا مختصر تذکرہ
۸۷۔پندرہ صحابۂ کرام کا مختصر تذکرہ
۸۸۔سولہ صحابۂ کرام کا مختصر تذکرہ
۸۹۔چھتیس صحابۂ کرام کا مختصر تذکرہ
۹۰۔نبیوں کی دعوت وتبلیغ کے پانچ اہم صفات
۹۱۔اُمت مسلمہ پر دعوت کی ذمہ داری (فقہی اصلوں کی روشنی میں)
۹۲۔دعوت کا قرآنی اسلوب اور اللہ تعالیٰ کی نصرت
۹۳۔حضرت آدمؑ سے حضرت محمد ﷺ تک کی دعوتی حکمتیں ونصیحتیں
۹۴۔امت محمدیہ کی عزت کا معیار اور بنی اسرائیل
۹۵۔مدعو کے اعتبار سے دعوت کا طریقہ اور داعی کے لئے پرہیز کرنے والے اعمال
۹۶۔طریقۂ دعوت (اسلوب انبیاء کی روشنی میں)
۹۷۔رسول کریم ﷺ کی دعوت کے مختلف طریقے
۹۸۔رسول اللہ ﷺ کی ابتدائی دعوت اور فتح مکہ
۹۹۔آخری رسول کہاں کب اور کون؟
۱۰۰۔حضرت محمد ﷺ کا ذکر اور مورتی پوجا کی ممانعت (ویدوں کی دنیا میں)
۱۰۱۔جیوہتیا اور قربانی (مذہبی، عقلی اور سائنسی تحقیق کی روشنی میں)
۱۰۲۔اسلام کے خلاف الزامات اور اس کی دعوت کا اثر انسانی دنیا پر
۱۰۳۔اسلام قبول کرنے کے اسباب اور مخالفت کے مختلف طریقے
۱۰۴۔اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق
۱۰۵۔غیر مسلموں سے متعلق مسائل شریعت کی روشنی میں
۱۰۶۔اسلام میں جزیہ خراج اور ذمیوں کے اختیارات
۱۰۷۔غیر مسلموں سے تعلقات اور مذہبی آزادی
۱۰۸۔ہندو دھرم کے فرقوں کے عقائد اور ان کی تردید
۱۰۹۔ہندو مذہب کے اہم تیوہار اور رسوم وشادی کا مختصر طریقہ
۱۱۰۔ہندو دھرم فرقے، تنظیمیں اور اداروں کا تعارف
۱۱۱۔ہندوستان کی غالب قومیں اور منواسمرتی میں اعلیٰ وادنیٰ ذات کے کاموں کی تقسیم
۱۱۲۔ہندو مذہبی کتابوں کا مختصر تعارف
۱۱۳۔ہندو دھرم کے فرقوں کے عقائد اور ان کی تردید
۱۱۴۔ہندو مذہب کے اہم تیوہار اور رسوم وشادی کا مختصر طریقہ
۱۱۵۔ہندو دھرم فرقت، تنظیمیں اور اداروں کا تعارف
۱۱۶۔ہندوستان کی غالب قومیں اور منواسمرتی میں اعلیٰ وادنیٰ ذات کے کاموں کی تقسیم
۱۱۷۔ہندو مذہبی کتابوں کا مختصر تعارف
۱۱۸۔پُرجنم اور آواگون کا تصور
۱۱۹۔پُران کا تعارف
۱۲۰۔یہودی مذہب اور ان کے فرقوں کا تعارف
۱۲۱۔عیسائی مذہب اور ان کے فرقوں کا تعارف
۱۲۲۔قادیانیت اور اس کے بانی کا مختصر تعارف
۱۲۳۔بہائی مذہب اور ان کے فرقوں کا تعارف
۱۲۴۔بدھ مت اور اسلام
۱۲۵۔بدھ مت کا مختصر تعارف
۱۲۶۔جین دھرم کا مختصر تعارف
۱۲۷۔جناب گرونانک جی اور سکھ دھرم کا تعارف
۱۲۸۔زرتشت اور شنٹو ازم مذہب کا مختصر تعارف
۱۲۹۔الحاد یعنی لادینیت، تاؤازم، کنفیوشس ازم ومانویت مذاہب کا مختصر تعارف
۱۳۰۔صحابیات کے اہم واقعات (مذہبی، سیاسی، علمی اور اخلاقی پس منظر میں)
۱۳۱۔پیام رحمت سیرت نبوی ﷺ کے آئینہ میں
۱۳۲۔امامت کے مسائل مع مدلل نماز (یعنی نماز کا سنت طریقہ اور امامت کے مسائل)
۱۳۳۔کفر وشرک کی حقیقت
۱۳۴۔چارمنٹ کی تعلیم (چالیس سبق)
۱۳۵۔فقہ اسلامی کی تدوین
۱۳۶۔نسخ واجماع کی حقیقت
۱۳۷۔تقریر وتحریر
۱۳۸۔ائمہ اربعہ اور فقہ ظاہری کا تعارف
۱۳۹۔رسول کریم ﷺ کی پیاری باتیں اور زندگی گزارنے کے شرعی آداب

۱۴۰۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوتی خطوط یعنی پندرہ اہم دعوت نامے

۱۴۱۔بیت المقدس کا مختصر تعارف (تاریخ کے آئنہ میں)

۱۴۲۔رمضان کا تحفہ

۱۴۳۔جامعہ دارارقم کا قیام اوراس کا تاریخی پس منظر

۱۴۴۔زندگی کے اہم نقوش (مفتی محمد سرور فاروقی ندوی) سے ایک اہم انٹرویو

۱۴۵۔وفات سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحتیں

عربی کتابیں

۱۴۶۔أسباب تحبط الأعمال وأهمية النية

۱۴۷۔أهميت الدعوة والتبليغ

۱۴۸۔منزلة المرأة فی ضوء الإسلام والأديان والحضارات المختلفة

۱۴۹۔الهندوسية ، فرقها، عقائدها، منظماتها، أهدافها وتعريف بمؤ
سساتها

۱۵۰۔النبی الخاتم من، متی، وأين فی ضوء الكتب الهندوسيه والديا
نا ۱۵۱۔ت المختلفه

۱۵۲۔التريف الوجيز بديانة بوذا

۱۵۳۔تعدد الزوجات والإسلام فی ضوء ديانات العالم

۱۵۴۔ذكر سيدنا محمد والمنع عن عبادة الأوثان فی الكتب الهندوسيه

۱۵۵۔الفتن الواقعة إلی قيام الساعة فی ضوء الأحاديث الشريفة

۱۵۶۔غزوة حنين والطائف فی ضوء القرآن والسنة

۱۵۷۔نبذة عن صفات رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم ومواعظة عن النظام الاجتماعی

انگریزی کتابیں

۱۵۸_The Holy Quran (English Translation with Arabic Text

۱۵۹_Muhammad the Last Prophet Under the shade of Vedas, Puran, Upnishad

۱۶۰_Azaan A Calling for Humanity

۱۶۱_Basic Teaching of Islam

۱۶۲_The Biography of Hazrat Abu Bakr Siddiq and His Caliphate

۱۶۳ _The Biography of Hazrat Umar Farooq and his Caliphate

۱۶۴_The Biography of Ali Murtaza And His Caliphate

۱۶۵_The Biography of Usman Ghani And His Caliphate

۱۶۶_Blessed Appearance of the Prophet (SAW) and his Sunnah

۱۶۷_Human Unity and Peace Message

۱۶۸_Prophetic Sayings on Human Welfare

۱۶۹_The Message of Peace and Its Requirements

۱۷۰_The creator of the creation?

۱۷۱_Da'wah Responsibility On Muslims

۱۷۲_What is Islam

۱۷۳_The Last Messenger: When, Where and Who

ہندی کتابیں

۱۷۴۔قرآن کا پیغام (صرف ایک جلد میں مکمل آسان ہندی ترجمہ)

۱۷۵۔تفسیر فاروقی (سات جلدوں میں) ہندی زبان

۱۷۶۔قرآن کا پیغام (تیسویں پارے کی ہندی تفسیر)

۱۷۷۔اسباب نزول اور قرآنی آیات (حصہ اول)

۱۷۸۔قرآن کی شکچھا اور سائنس (زمین، آسمان، چاند، سورج، پانی، شراب، جوا، سود) ایک درشٹی میں

۱۷۹۔سورہ فاتحہ کی تفسیر

۱۸۰۔پوتر قرآن کا سندیش انسانی دنیا کے نام

۱۸۱۔توحید کی حقیقت

۱۸۲۔کفر اور شرک کی حقیقت

۱۸۳۔اسلام کیا ہے؟

۱۸۴۔اسلام دھرم کیا ہے؟

۱۸۵۔اسلام کی بنیادی معلومات (سوال وجواب کی روشنی میں)

۱۸۶۔اذان کیا ہے؟

۱۸۷۔آؤ نماز کی اُور

۱۸۸۔کرسی پر نماز پڑھنے کا طریقہ

۱۸۹۔روزہ کا حکم اور اس کے مسائل

۱۹۰۔زکوٰۃ کا حکم اور اس کے مسائل

۱۹۱۔عمرہ کا آسان طریقہ

۱۹۲۔اسلامی وراثت کی تقسیم ایک نظر میں

۱۹۳۔نبیوں کی دعوت وتبلیغ

۱۹۴۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار سو نصیحتیں

۱۹۵۔جنت کے حالات اور جنتی

۱۹۶۔جہنم کے حالات اور جہنمی

۱۹۷۔جہنم اور جہنمی کے درمیان بات چیت

۱۹۸۔آپ کے سوالوں کا آسان حل

۱۹۹۔جھار، پھونک، جادوٹونا اور تعویز گنڈے

۲۰۰۔موبائل وانٹرنیٹ سے متعلق مسائل

۲۰۱۔بیوی شوہر کی ذمہ داریاں

۲۰۲۔محرم کی حقیقت

۲۰۳۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں

۲۰۴۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت (سوال وجواب کی روشنی میں)

۲۰۵۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ زندگی

۲۰۶۔اللہ کے پیارے نبی ایک نظر میں

۲۰۷۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں

۲۰۸۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پریوار اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آچرڑ

۲۰۹۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرمارٹ جیونی

۲۱۰۔صحابہ کا اسلام اور اس کے بعد

۲۱۱۔اسلام دھرم تلوار سے پھیلا یا سداچار سے

۲۱۲۔قبول اسلام اور اس کے بعد کے مسائل

۲۱۳۔اسلامی راج کی شاسن ویوستھا

۲۱۴۔جہاد، آتنکواد اور اسلام

۲۱۵۔غیر مسلموں سے تعلقات اور دھارمک آزادی

۲۱۶۔انتم سندیشٹا کب، کہاں اور کون؟

۲۱۷۔پراکرتک نیم اور پرمیشور سے انسان کا سمبندھ

۲۱۸۔ایش دوتوں کا دھرم اور پرلوک وشواس

۲۱۹۔مانو کلیان سمبندھی اُپدیش

۲۲۰۔سرسٹی کا سرشٹا کون؟

۲۲۱۔ہندی پترکارتا اور میڈیا لیکھن

۲۲۲۔آدھونک ہندی ویاکرن اور ساہتہ کی ودھائیں۔

۲۲۳۔لا الہ الا اللہ کی گواہی

۲۲۴۔کفر شرک کی حقیقت

۲۲۵۔میت کے احکام اور مسائل

۲۲۶۔وضو اور نماز کے فائدے سائنس کی روشنی میں

۲۲۷۔حدیث اور محدثین کا پریچے

۲۲۸۔فتویٰ اور فقہا کا پریچے

۲۲۹۔پیغمبروں کی ضرورت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۳۰۔اسلامی نیایالے کے ایتہاسک فیصلے

۲۳۱۔عمرہ کا آسان طریقہ

۲۳۲۔عمرہ کا مختصر طریقہ اور دعائیں (اردو)

۲۳۳۔تصوف اور اس کا مختصر پریچے

بنگالی زبان میں کتابیں

۲۳۴۔اذان کیا ہے

۲۳۵۔سرشٹی کا سرشٹا کون؟

۲۳۶۔ہندومت کا تعارف

۲۳۸۔عیسائی مذہب کا تعارف

تمل زبان میں کتابیں

۲۳۹۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اور مورتی پوجا کی ممانعت

۲۴۰۔اذان کیا ہے؟

مفتی صاحب کے ذریعہ ترجمہ کی ہوئی کتابیں

۲۴۱۔رمضان کا تحفہ (مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی)

۲۴۲۔منتخب احادیث (حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ)

۲۴۳۔دارارقم کا احسان انسانی دنیا پر (حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ)

۲۴۴۔قادیانیت نبوتِ محمدی کے خلاف بغاوت (شیخ محمد بن عبداللہ السبیل)

۲۴۵۔یکساں سول کوڈ اور مہلاؤ کے ادھکار (محمد سید محمد رابع حسنی ندوی)

۲۴۶۔مالک ومخلوق (محمد مصطفیٰ قادری)

۲۴۷۔یتیموں کی کفالت (محمد عامر صدیقی ندوی)

۲۴۸۔مانوتا آج بھی اسی چوکھٹ کی محتاج ہے (سید محمد حسنی رحمہ اللہ)

۲۴۹۔زادِ صفر (ہندی ترجمہ۔غیر مطبوعہ)

۲۵۰۔تقویت الایمان (ہندی ترجمہ۔غیر مطبوعہ)